اللہ اکبر
اللہ
مدد
صلی اللہ علیہ وسلم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
حق چار یار
نظام خلافت راشدہ زندہ باد
قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۰
حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں
ماخوذ از خدام الدین حضرت لاہوری نمبر — ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مطابق — مارچ ۱۹۷۹ء
حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
شائع کردہ
تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم پاکستان

فہرست

حضرت لاہوریؒ فتنوں کے تعاقب میں

عرضِ حال

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کا عظیم الشان حضرت لاہوریؒ نمبر ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مطابق مارچ ۱۹۷۹ء شائع ہو چکا ہے جس میں اس خادم اہل سنت کا مضمون بھی بعنوان :-

"حضرت لاہوریؒ فتنوں کے تعاقب میں"

شائع ہوا ہے۔ چونکہ شیخ التفسیر لاہوریؒ نے اپنی مبارک زندگی میں تقریباً ہر عصری فتنے کا تعاقب کر کے دین حق اور مذہب اہل السنّت والجماعت کے تحفظ کا شرعی فریضہ ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے جس کی کچھ تفصیل اس مضمون میں مذکور ہے۔ اس لئے کتابی شکل میں بھی اسکی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ اور اس عظیم و ضخیم نمبر کی اشاعت کے بعد حضرت لاہوریؒ ہی کے بعض علمائے متوسلین نے بھی اپنے مکتوب گرامی کے ذریعہ اس کی تاکید فرمائی ہے۔ لہذا ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے شکریہ کے ساتھ کتابی صورت میں اس مضمون کو شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت لاہوریؒ اور دیگر اکابر کے ارشادات کی روشنی میں خدام کیلئے اپنی سُنّی تحریک کے اہم مقاصد کا سمجھنا زیادہ آسان ہو جائیگا۔ حقتعالیٰ ہر سُنّی مسلمان کو اپنے مذہب حق اہل السنّت والجماعت کی تبلیغ و خدمت اور نظام خلافت راشدہ کی دعوت و نصرت کی مخلصانہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء خادم اہل سُنّت مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد چکوال - ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

صاحبِ مضمون چونکہ ایک جماعت کے بانی و سربراہ ہیں اس لئے ان کے مقالہ میں کہیں کہیں جماعتی رنگ جھلکتا ہے۔ ہم نے دیانت داری کے پیشِ نظر مقالہ من وعن شائع کر دیا ہے۔ (ادارہ خدام الدین لاہور)

◎

مدیر خدام الدین مولانا سعید الرحمٰن علوی نے اپنے مکتوب میں خادم اہل سنت کو یہ تحریر کیا تھا کہ :۔ ادارہ خدام الدین رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ میں حضرت امیر انجمن مولانا لاہوری قدس سرہٗ کی یاد میں ایک ضخیم دستاویزی نمبر شائع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ اس مجلس میں آپ کی شمولیت سے انتہائی مسرت ہو گی۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آپ یکم رجب تک اپنا مفصل اور پر از معلومات مقالہ ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیجئے؛ اور بندہ نے جوابی عریضہ میں اس کارِ سعادت میں حصہ لینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن متعدد مصروفیات اور غفلت کی وجہ سے یکم رجب کے بجائے یکم رمضان تک بھی مضمون ارسال نہ کر سکا۔ بہت زیادہ تاخیر سے مضمون بھیج رہا ہوں اور وہ بھی اس احساس کے تحت کہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی اس یادگاری دستاویز میں اس ناکارہ کو بھی ایک گونہ سعادت نصیب ہو جائے۔ حضرت اعلیٰ

مولینا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان اکابر شخصیتوں میں ہوتا ہے جو کبھی صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس قسم کے اکابر امت سے عقیدت و اتباع کا تعلق رکھنے والے گو لاکھوں خوش نصیب ہوتے ہیں لیکن ہر عقیدتمند ان حضرات کے کمالات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوش حالاں و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من
سِر من از نالۂ من دُور نیست
لیک چشم و گوش را آں نور نیست

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف کے ان اشعار کی شرح میں فرماتے ہیں :۔ عاشق و طالب کے درد کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے مگر اکثر لوگ اجمالاً اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ اس پر کوئی صدمہ اور مصیبت ہے ——— لیکن جو اس کے دل کو لگ رہی ہے اس کی کس کو خبر ہے۔ اس لئے وہ نے کہتی ہے کہ میرا آہ و نالہ کسی پر مخفی نہیں رہا۔ بھلے بُرے سب سے سابقہ رہا

اور مجھ کو مصیبت زدہ بھی سمجھا اور اپنے اپنے گمان کے موافق میری ہمدردی بھی کی مگر میرے درد کی حقیقت کہ طلب قرب الٰہی تھا کسی نے نہ سمجھی۔ میری حقیقت درد کی آہ و نالہ ہی سے مفہوم ہو سکتی تھی مگر چونکہ وہ امر ذوقی ہے جب تک کسی کو ذوق حاصل نہ ہو اس کو نہیں سمجھ سکتا محض حواس ظاہری اور عقل معاش اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں اور ان کو اس کے ادراک کی قابلیت نہیں۔ نور سے مراد بھی قابلیت ادراک ہے الخ۔ عارفین کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں تو میں بوجہ ناقص العلم اور ناقص العمل ہونے کے حضرت لاہوریؒ جیسی عظیم شخصیت کے کمالات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ البتہ مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ کے تحت (کہ اگر کوئی چیز ساری نہیں حاصل ہو سکتی تو وہ ساری چھوڑنی بھی نہیں چاہیے) حصول سعادت کی امید پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات پر کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں واللہ ولی التوفیق وعلیہ اتوکل و الیہ اُنیب۔

جامع الشریعت والطریقت

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ شرعی علوم کی بنا پر آپ کو شیخ التفسیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کمالات طریقت کی وجہ سے اہل حق آپ کو قطب زماں تسلیم کرتے ہیں۔ اور شریعت و طریقت میں کوئی باہمی تضاد و تخالف نہیں ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہو گیا ہے

بلکہ شریعت ہی تمام ظاہری و باطنی کمالات کی اصل ہے۔ کیونکہ شریعت رب العالمین کے اس کامل و جامع قانون و ضابطہ کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی حضور رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی امت کی اصلاح و ہدایت کے لئے عطا کیا گیا ہے اور جس کی پیروی کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ جس کی اطاعت کا خود اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع (پیروی) کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کریگا) تو جب قرآن مجید میں خود حق تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضور کی اتباع کو اپنی محبت کے حصول کا واسطہ قرار دیا ہے۔ تو پھر کوئی مسلمان کیونکر شریعت و سنّت کی اتباع کو ایک معمولی اور ادنیٰ کام سمجھ سکتا ہے۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ (یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ حقیقت نہیں بلکہ بے دینی و الحاد ہے) اور خود قطب زماں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی عظمت سمجھانے کے لئے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد اول میں سے مکتوب ۳۶ کا حسب ذیل ترجمہ پیش کیا ہے جو آپ نے ملا حاجی محمد لاہوری کے نام تحریر فرمایا تھا کہ:۔ شریعت کے تین جزء ہیں۔ علم عمل اخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے) لہذا شریعت مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں دونو شریعت غرّا کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزء اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کو حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔ دوسرے احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیائے کرام کو راستے میں پیش آتے ہیں یہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں ——— ان سب چیزوں سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے جو مقامات سلوک کی انتہاء ہے کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا اور کوئی چیز مطلوب نہیں اور اخلاص رضا کو مستلزم ہے۔ تجلیات سہ گانہ اور مشاہدات عارفانہ میں سے ہزاروں کو گذار کر کسی ایک کو دولت اخلاص اور مقام رضا تک پہنچاتے ہیں۔ سطحی خیال کے لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب سمجھتے ہیں

ایسے آدمی اپنے وہم وخیال کی قید میں پھنس کر کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں الخ (رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص۸) حضرت لاہوریؒ نے اپنے اس رسالہ میں حضرت مجددؒ صاحب کے ارشادات پیش کر کے مریدین اور سالکین کو سلوک و تصوف کا مقصد سمجھا دیا ہے اور نفسانی اور شیطانی وساوس اور مکائد سے تحفظ کا طریقہ بتا دیا ہے۔ کیونکہ سالکین اور ذاکرین جب منازل سلوک طے کرنے میں محنت کرتے ہیں تو بعض دفعہ انکو انوار نظر آتے ہیں اور اشیاء کا کشف بھی ہو جاتا ہے تو ناواقف سالک اس کو تصوف کا کمال و مقصد سمجھنے لگتا ہے اور انہی کشوف و انوار میں منہمک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ قربِ حق سے محروم رہتا ہے کیونکہ مقصود و محبوب دراصل ذاتِ حق ہے۔ اور مخلوق کی طرف توجہ اور انہماک خواہ وہ انوار اور کشف احوال قبور ہی ہوں توجہ الی الغیر ہونے کی وجہ سے بندے اور حق تعالیٰ کے مابین حجابات بن جاتے ہیں۔ اور محققین صوفیہ نے اپنی تصانیف میں بسط سے ایسے امور پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

حُجب نورانیہ حُجب ظلمانیہ سے اشد ہیں کیونکہ حجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا ان کو خود دفع کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے مقصود اصلی سے توجہ ہٹ جاتی ہے (لہٰذا) قصداً انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے الخ (شریعت و طریقت ص۳۵۲)۔

کشف وکرامات

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے علم وعمل کے ساتھ کشف وکرامت سے بھی مشرف فرمایا تھا اور بوجہ غلبہ حال یا کسی مصلحت کی وجہ سے حضرت اپنا کشف کبھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور گو اس میں بھی حضرتؒ بہت احتیاط فرماتے تھے اور رازداری کے طور پر بتاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ ایک بڑھیا کا نوجوان بیٹا فوت ہوگیا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے۔ اسی پریشانی میں وہ میرے پاس اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی تھی تو میں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ (ابوالاعلیٰ) مودودی کا معتقد تھا۔

حضرتؒ اپنی باطنی حس کی تیزی کی بنا پر کھانے پینے کی چیزوں کا حلال اور حرام ہونا بھی بتایا کرتے تھے۔

حضرت لاہوریؒ نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی فراست باطنی کے متعلق فرمایا کہ حضرت کے سامنے اگر کسی ہندو کی تصویر اس حالت میں رکھی جائے کہ اس نے مسلمانوں کا لباس پہنا ہوا ہے تو حضرتؒ پہچان لینگے کہ یہ ہندو ہے اور اس کے برعکس اگر کسی مسلمان کا فوٹو ہندوانہ لباس میں پیش کیا جائے تو آپ فرما دینگے کہ یہ مسلمان ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت لاہوریؒ کی تحریرات اور بیانات سے جا بجا واضح ہوتا ہے کہ حضرت کشف کو دلیل ولایت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اول تو کشف والہام ظنی امور میں سے ہیں جنمیں

غلطی کا احتمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بطور استدراج کے یہ امور کفار سے بھی صادر ہوجاتے ہیں۔ اور جس بات میں کافر بھی شریک ہوجائے وہ حقتعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بن سکتی اور خود حقتعالیٰ نے اپنے اولیا کی جو صفتیں قرآن حکیم میں بیان فرمائی ہیں وہ ایمان و تقویٰ ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ یعنی اللہ کے مقبول اور محبوب بندے جن کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ سے مزین ہوں۔ اگر ایمان و تقویٰ سے کوئی شخص محروم ہے تو وہ ہوا پر تو اڑ سکتا ہے اور پانی میں بھی چل سکتا ہے لیکن اللہ کا ولی اور پیارا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ ہی کا ارشاد ہے کہ:۔ اصلاح باطن کیلئے کسی ہادی کی ضرورت ہے۔ ہادی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متبع سُنّت ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے۔ قبلہ عالم کہلائے لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک خلاف سُنّت ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو اس کا توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائیگا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائیگا۔ اللہ کو ایک ہی راستہ محبوب ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا راستہ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی محبوب نہیں ہوسکتا ؎

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

تزکیہ و تصفیہ

تزکیہ نام ہے روحانی امراض سے پاک کرنے کا اور تصفیہ کہتے ہیں روحانی کمالات سے دل کو مزین کرنا۔ اگر کوئی شخص بظاہر متبع سنت بھی ہے اور ذکر و مراقبہ میں بھی مشغول رہتا ہے لیکن اگر اس کا دل امراض روحانیہ کبر و حسد اور حبِ مال اور حُبِ جاہ وغیرہ سے پاک نہ ہو تو وہ مقبول بارگاہ نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے خطرناک بیماری حبِ مال سے بھی زیادہ حُبِ جاہ کی ہے یعنی اپنے ذاتی وقار اور ذاتی عزت کا مقصود و محبوب ہونا۔ اگر کسی پیر کے دل میں حُبِ جاہ کا مرض ہے تو وہ یہ ہوس رکھتا ہے کہ لوگ اسے ولی اللہ مانیں۔ حالانکہ کمال یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات سے نگاہ اُٹھالے اور حق تعالیٰ کی رضا میں فنا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ:۔ امراض روحانی سے بچنا بیحد مشکل ہے۔ ان سے بچنے کے لئے مدت مدید تک کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ تربیت یافتہ میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اللہ والے نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں چہ کار کشت مارا

یعنی انسان کو اپنے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ مگر تربیت نہ ہو تو انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ (مجلس ذکر حصہ نہم ۲۰ مارچ ۱۹۵۸ء) اور مجلس ذکر ۳ مارچ ۱۹۵۸ء میں فرماتے ہیں کہ:۔ اس قسم کے حضرات کو تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب و محبوب اور مقصود ہوتی ہے نہ

بیوی نہ اولاد اور نہ جائداد۔ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد الخ

حضرت کے دو مربی

شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہٗ کو مرکز دار العلوم میں حاضری اور اکابر علمائے دیوبند سے استفادہ کی وجہ سے علمی و عملی کمالات نصیب ہوئے اور آپ نے اپنی زندگی اللہ کے دین کی خدمت اور حفاظت کیلئے وقف کر دی۔ اور گو اکابر دیوبند روحانی کمالات کا بھی سرچشمہ تھے لیکن حضرت لاہوریؒ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے اپنے دور کے دو مشہور روحانی بزرگوں سے وابستہ ہو گئے۔ یعنی حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ (سندھ) اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دینپوریؒ (بہاولپور) حضرت اپنے ان دونو روحانی مربیوں کا تذکرہ عموماً فرمایا کرتے تھے چنانچہ مجلس ذکر مئی ۱۹۵۵ء میں فرماتے ہیں کہ:۔

میرے دو مربی ہیں۔ میں اللہ کا نام پوچھنے سندھ جاتا تھا۔ انہیں مجھ سے اتنی محبت تھی کہ کچھ حد نہیں۔ میں نے کبھی ایک روپیہ بھی نذرانہ نہیں دیا۔ ہوتا ہی نہ تھا۔ ان کی برکت سے اب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔"

حضرتؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ حضرت امروٹیؒ اور حضرت دین پوریؒ دونو اپنے دور کے قطب تھے اور میں اس کو ثابت کر سکتا ہوں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ دونو بزرگ صرف شیخ طریقت نہ تھے بلکہ انگریزوں کے خلاف شیخ الہند

مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا قدس سرہٗ کی انقلابی پارٹی میں شامل تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ نے اپنی کتاب نقش حیات جلد دوم میں ان دونوں بزرگوں کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ حضرت دین پوری کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ :- مولانا ابو السراج غلام محمد صاحب دینپوری مرحوم موضع دین پور علاقہ خانپور ریاست بہاول پور کے باشندے اور حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی کے خلیفہ اول تھے ان اطراف میں ان کی بہت شہرت تھی۔ بہت زیادہ لوگ ان سے بیعت ہو کر مستفیض ہوئے۔ دین پور شریف بھی اس تحریک آزادی کا مرکز ثانوی تھا جس کے ممبر خود مولانا ابو السراج صاحب موصوف تھے آپ کے صاحبزادے اور خدام مشن کے ممبر تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق مولانا عبید اللہ صاحب (سندھی) کے ذریعہ سے پیدا ہوا اور انہی کے ذریعہ سے مشن کی تحریک میں شریک ہوئے الخ اور حضرت امروٹیؒ کے متعلق حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ :- مولانا ابو الحسن تاج محمود صاحب مرحوم موصوف موضع امروٹ ضلع سکھر کے باشندہ اور حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق صاحب مرحوم بھرچونڈی والوں کے دوسرے خلیفہ تھے مولانا عبید اللہ صاحب (سندھی) ان سے بہت وابستہ تھے۔ موصوف خدا رسیدہ متقی اور پرہیزگار نہایت جوشیلے بزرگ تھے۔ اطراف و جوانب سکھر میں ان کا بہت بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے متوسل اور مریدان اطراف میں موجود ہیں ۔۔۔۔ تحریک خلافت

میں بھی نہایت جوش و خروش سے آخر تک شریک رہے۔ ان کا مقام سندھ کے ان اضلاع میں حضرت شیخ الہند کے مشن کا مرکز رہا۔ الخ۔

کشفی فتنے

تصوف و سلوک کے اصل مقصد سے ناواقف سالک جب کتابوں میں اولیاء اللہ کے مکاشفات و کرامات کے تذکرے پڑھتے یا سنتے ہیں تو ان کو بھی شوق دامنگیر ہو جاتا ہے اور ذکر و مراقبہ میں وہ اس لئے محنت و مجاہدہ کرتے ہیں کہ ان کو بھی کشفیات و خوارق نصیب ہو جائیں۔ حالانکہ اس میں خواہش نفس کا دخل ہوتا ہے اور وہ غیر اللہ کو مطلوب بنانے کی وجہ سے اصل مقصد سے دُور ہو جاتے ہیں۔ حصول کشف کے لئے ریاضت و مجاہدہ کرنا سالک کی روحانیت کے لئے بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے اس لئے محققین مشائخ اپنے مریدین کو ان مہلکات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) شیخ مشائخ دیوبند حضرت حاجی امداُاللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ جو اپنے وقت میں چشتی طریقہ کے گویا کہ امام الاولیاء ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں کہ:۔ جو شخص سنّت رسول کا پابند اور ہم جنس نہ ہو اس کی صحبت میں شریک نہ ہو اگرچہ اس شخص سے کرامتیں اور خرق عادات ظاہر ہوں اور وہ آسمان پر بھی اڑے۔

(ب) مقام رضا کے متعلق فرماتے ہیں:۔ رضا یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند ہووے اور اس کے ازلی احکام کا پابند ہو جائے جیسا کہ موت کے وقت ہو جاتا ہے۔"

اور یہی وہ بلند مقام رضا ہے جو حضرات صحابہ کرام کو حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار نبوت کے پرتو سے نصیب ہو جاتا تھا۔

(۲) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ :- عوام یوں جانتے ہیں کہ ولایت کشف و کرامت اور خلوت نشینی کا نام ہے۔ یہ غلط ہے۔ ولایت مقبولیت اور اتباع کا نام ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج اول صفحہ ۱۹۲)

(۳) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں :- مقصود اصلی سلوک سے (اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ) ہے (ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت تو اس طرح کرے گویا کہ تو اسکو دیکھ رہا ہے) ۔ یعنی سالک میں یہ ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے یہ مبدأ ہے اور باعتبار نیابت کے رضاء عز اسمہ کا حصول ہے ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۴ صفحہ ۱۶)۔

(ب) انوار ۔ کیفیات ۔ مکاشفات ۔ الہامات وغیرہ کے لئے فرماتے ہیں تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ ۔ یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں (ایضاً صفحہ ۱۱۱)۔

(۴) حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی مجددیؒ فرماتے ہیں :-

خرق عادت از لوازم ولایت نیست۔ بعضے مردان اولیاء اللہ

اند و مقربان بارگاہ و خرق عادات از ینہا ظاہر نشدہ ——— پس معلوم شد کہ فضیلت بعضے اولیاء بر بعضے بکثرت خوارق نیست چہ فضل عبادت از کثرت ثواب است و خوارق از حظوظ است مناط ثواب نیست مگر عبادت و قرب الٰہی" (ارشاد الطالبین ص۱۰) یعنی ولایت کے لئے خرق عادت (کرامت کی طرح کا کوئی فعل) ضروری ولازمی نہیں ہے بعض مردان خدا۔ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ ایسے بھی ہیں جن سے کوئی خرق عادت یعنی کرامت ظاہر نہیں ہوئی ——— پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کی بعض اولیاء پر فضیلت بوجہ کثرت خوارق کے نہیں ہے کیونکہ ان پر ثواب کا دار و مدار نہیں ہے بلکہ یہ افعال حظوظ و لذات میں سے ہیں ثواب کا مدار تو عبادت اور قرب الٰہی ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ خرق عادت اس فعل کو کہتے ہیں جو عام اسباب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظہور پذیر ہو۔ اور چونکہ کفار اور غیر متشرع درویشوں کیلئے بھی اللہ تعالیٰ بطور آزمائش کے ایسے افعال ظاہر فرمادیتے ہیں جنکو علمی اصطلاح میں استدراج کہتے ہیں۔ اس لئے ان باتوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پیارا ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ب) نیز حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔ اکثر اولیاء از ولایت خود اطلاع ندارند بدیگراں چہ رسد" (ایضاً ص۱۰) یعنی اکثر اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ دوسروں کے متعلق وہ کیا جانیں؟

(۵) حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا ارشاد ہے :۔ "مرد کیلئے کشف و کرامات بمنزلہ حجاب ہیں۔ استقامت کا کام محبت ہے۔" (فوائد الفؤاد صہ ۲۶)۔

(۶) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں :۔ وصفائی کہ کفار و اہل فسق را حاصل می شود آں صفائے نفس است نہ صفائے قلب و صفائے نفس غیر از ضلالت نمی افزاید و بجز از خسارت دلالت نمی نماید و کشف بعضے از امور غیبی کہ در وقت صفائے نفس کفار و اہل فسق را دست می دہد استدراج است کہ مقصود ازاں خرابی و خسارت آں جماعت است۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۶۶)۔ یعنی وہ صفائی جو کفار اور فساق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی۔ اور نفس کی صفائی سے تو گمراہی ہی بڑھتی ہے اور خسارہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض غیبی امور کا جو کفار اور فساق کو کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ان کے حق میں استدراج (ڈھیل اور مہلت) ہے کہ اس سے مقصود اس جماعت کی خرابی اور نقصان و خسارہ ہے۔"

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں :۔ اہل استدراج را نیز احوال و اذواق دست می دہد و کشف توحید و مکاشفہ و معائنہ در مرایا صور عالم بظہور می آید۔ حکمائے یونان و جوگیہ و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر) :۔ اہل استدراج کو بھی احوال اور اذواق حاصل ہو جاتے ہیں اور جہاں کی صورتوں کے آئینوں میں ان کو مکاشفہ اور معائنہ حاصل ہوتا ہے اور توحید کا کشف بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ یونان کے

حکما۔ اور ہندوستان کے جوگی اور برہمن بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ یعنی انکو بھی اس قسم کے مکاشفات حاصل ہوجاتے ہیں:

(۷) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:۔ ملکوتی انوار کی بھی نفی کرے کیونکہ وہ بھی مخلوق ہیں۔ اس میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے مال وزر میں۔ حجاب نہ ہونے میں دونوں برابر ہوئے ملکوت کے یہ نورانی حجابات ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال وزر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں (کذا قال مرشدی) یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی)۔ اگر ان کے ساتھ ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات وصفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پہ بہت لوگ برباد ہوگئے (التکشف صدا)

(ب) نیز فرماتے ہیں:۔ تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے نہ مکاشفات کا نہ واردات کا۔ بلکہ اس کی حقیقت ہے اصلاح ظاہر و باطن۔ پس مقاصد اسکے اعمال قالبیہ وقلبیہ ہیں اور غایت اس کی قرب و رضائے حق ہے — اور مکاشفات کونی مثل کشف قبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض کو اس سے مس نہیں۔ ریاضت پر اس کا ترتب ہوسکتا ہے چنانچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔ (امداد الفتاوی جلد ۲ کتاب الحظر والاباحۃ) اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف قبور وغیرہ بھی دلیل ولایت نہیں ہیں کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ سے یہ چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں اور کافروں کو بھی کشف قبور ہوجاتا ہے۔

(۸) عارف باللہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
اور اس کشف قبور کو ناواقف لوگ قربِ الٰہی کا سبب جانتے ہیں اور
حقیقت میں یہ دُوری کا موجب ہے (صراط مستقیم ص۱۱۱)

(۹) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ
ارشاد فرماتے ہیں :۔ "سرود سے کشف القلوب اور کشف القبور حاصل
ہوتا ہے مگر مجلس محمدی اور وصال اللہ اور مقام فنا فی اللہ سے دُوری
رہتی ہے"۔ (گنج الاسرار ص۵) اور حضرت سلطان باہوؒ کی بعض تصانیف
میں ہے کہ "سرود سے کشفِ قبور اور کشفِ قلوب حاصل ہو جاتا ہے
لیکن باطن کا نُور جل جاتا ہے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کسی کو کشفِ
قبور اور کشف قلوب حاصل ہوتا ہے اس کے باطن کا نور جل جاتا ہے
اور اسکو مجلس محمدی اور وصال و مقام فنا سے دُوری رہتی ہے۔ بلکہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کو بھی کشفِ قبور وغیرہ حاصل ہو
جاتا ہے اور کشفِ قبور کوئی ایمانی کمال نہیں ہے اور نہ یہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں ولایت و مقبولیت کی دلیل ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں کو مقصود
بنا کر محنت نہیں کرنی چاہیے۔ سالک مبتدی کے لئے کشف قبور وغیرہ
کے لئے محنت و ریاضت کرنا قربِ حق سے دُوری کا سبب بن جاتا ہے
کیونکہ اس میں توجہ الی الخلق ہوتی ہے حالانکہ مقصد سلوک و تصوف
کا توجہ الی اللہ اور اسکی رضا کا حصول ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں

کہ کفار اور اہل باطل کو بھی کشفِ قبور ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ موت کے بعد کے حالات کافر پر کیونکر منکشف ہو ہو سکتے ہیں ؟ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے جہان کو بَرزخ کہتے ہیں اور قبر کے احوال بھی عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور برزخ کا تعلق آخرت سے بھی ہے اور قبر سے بھی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔ کہ سوال منکر و نکیر مومناں را و کافراں را در قبر نیز برحق است۔ قبر برزخ است درمیان دنیا و آخرت عذاب او نیز بیک بوجہ مناسبت بعذاب دنیوی دارد و انقطاع پذیر است و بوجہ دیگر مناسبت بعذاب اخروی کہ فی الحقیقت از عذابہائے آخرت است؟ (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶) :۔ قبر میں منکر اور نکیر کا مومنوں اور کافروں دونو سے سوال کرنا برحق ہے۔ قبر برزخ (پردہ) ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ قبر کا عذاب بھی ایک وجہ سے دنیوی عذاب سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے قبر کا عذاب آخرت کے عذاب سے مناسبت رکھتا ہے جو کہ فی الحقیقت آخرت کے عذابوں میں سے ہے) تو جب برزخ کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے تو اس کے احوال کا مشاہدہ ایک وجہ سے دنیا کے احوال کا مشاہدہ ہے اس لئے کافروں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور احادیث سے تو ثابت ہے کہ قبر کا عذاب جانور بھی دیکھ لیتے ہیں۔ لہٰذا اگر کافر اور اہل باطل قبر کے عذاب کا ریاضت و

مجاہدہ کی وجہ سے مشاہدہ کر لیں تو یہ کوئی محال امر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کے واقعات کشفیہ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ صرف یہ امور دلیل ولایت ہیں اور اہلِ حق کے ساتھ مختص ہیں یا حضرت لاہوریؒ کشف قبور وغیرہ کی وجہ سے اولیاء کاملین میں شمار ہوتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ حضرت لاہوریؒ کے کمالات ولایت اور اوصاف مقبولیت دوسرے ہیں جو سنّت و شریعت کی بنا پر آپ کو حاصل ہوئے۔ اگر حضرت لاہوری کی مبارک زندگی میں کشف کا بالکل وجود بھی نہ ملتا تو آپ پھر بھی اولیاء اللہ میں شمار ہوتے۔ خود حضرت اعلیٰ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ "اللہ کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے جس میں حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں" (مجلس ذکر جلد دہم صفحہ ۹)۔

(ب) خدا تعالیٰ کا فرمان سچا ہے۔ حضور کا فرمان بھی سچا ہے۔ اللہ والے فرماتے ہیں۔ اُطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ لانّ الاستقامۃ فوق الکرامۃ (یعنی کرامت نہ طلب کرو بلکہ استقامت طلب کرو کیونکہ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے)۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل ہونے کی برکت سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین (مجلس ذکر حصہ نہم صفحہ ۱۲۵ ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء)۔

(ج) استقامت کا درجہ کرامت سے اس لئے بالاتر ہے کہ استقامت صاحب استقامت کو دیدی جاتی ہے۔ کرامت ولی کے اختیار میں

نہیں ہوتی"۔ (مجلس ذکر جلد ۲، صنہ۱۵) آخر میں حضرت مولانا تھانوی کے حسبِ ذیل ارشاد پر اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے:۔

بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں (بلکہ) ان کے اختیار سے باہر ہے (یہاں تک کہ) نبیوں کے اختیار میں بھی نہیں۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی جبکہ کشف اختیاری چیز نہیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت کشف ہوا ہی کرے (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) کشف ہونا کوئی بڑا کمال نہیں۔ اگر کافر بھی مجاہدہ اور ریاضت کرے تو اس کو بھی کشف ہونے لگتا ہے نیز مجنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے۔ میں نے خود ایک مجنونہ عورت کو دیکھا کہ اسکو اس قدر کشف ہوتا تھا کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا۔ لیکن جب اس کا مسہل ہوا تو مادہ کے ساتھ کشف بھی نکل گیا"
(اشرف الطریقہ فی الشریعۃ والحقیقۃ صہ۳۹۹)

علمی و اصلاحی خدمات

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو علم و عمل کی جامعیت اکابر علمائے دیوبند کے فیضان سے نصیب ہوئی تھی۔ اتباعِ سنّت میں آپ راسخ القدم تھے۔ اور توحید کے انوار و آثار آپ کی زندگی میں نمایاں ہیں۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ممتاز شان رکھتے اور راہ حق میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ شرک و بدعت کی تردید اور توحید و سُنّت کی ترویج کے لئے آپ کی زندگی وقف تھی اور بفضلہ تعالیٰ

آخری دم تک آپ اسی راہ مستقیم پر ثابت قدم رہے ہیں۔

درس قرآن

قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو ساری ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت کو تعلیم قرآن کا خاص شغف نصیب تھا گو انگریزی ظالم حکومت نے آپ کو بطور سزا دہلی سے لاہور لاکر نظر بند کر دیا تھا لیکن آپ کی یہی نظربندی رحمت خداوندی کی صورت بن گئی۔ اور تقریباً چالیس سال آپ نے یہاں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا جس سے ہر طبقہ کے مسلمانوں نے استفادہ کیا۔ ہزاروں کی اعتقادی اور عملی اصلاح ہوگئی۔ علاوہ ازیں فارغ التحصیل طلبہ کے لئے آپ نے درس قرآن کا خصوصی سلسلہ جاری فرمایا تھا جس میں علم و حکمت کا بیان ہوتا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن اور اس کے حواشی بھی آپ کی قرآنی بصیرت کی یادگار ہیں۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ نے حضرت لاہوری کے ترجمہ و حواشی کے متعلق اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے کہ: اب چونکہ زمانہ کا اور دور ہے اور تقریر و تحریر کا نیا طریقہ۔ مقاصد۔ مقاصد قرآن کریم کی خدمت مناسب ضرورت وقت شروع ہوئی۔ جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہ کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق دیکھی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر ناممکن ہے مگر یہ کہنا بیجا نہیں کہ حقتعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب انشاء العزیز

عوام وخواص دونو طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کرسکیں گے۔ اور ترجمہ پڑھانے والے حضرات بہت سی مشکلات سے رہا ہو جائینگے الخ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ سب سے عظیم الشان معجزہ جناب سرورکائنات حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا اور سب سے بڑا انعام اپنے بندوں پر حضرت رب العلمین جلّ وعلیٰ شانہٗ کا یہ قرآن عظیم الشان ہے جو کہ تمام کتب اور صحف سابقہ کا مہیمن اور جملہ انبیاء ورسل کے علوم کا جامع ہے جس شخص کو اس میں سے کوئی بھی حصہ ملا وہ اس کیلئے حظ وافر اور انتہائی خوش قسمتی کا سامان ہے

حضرت مولانا احمد علی صاحب (وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ واصعدہ علیٰ قلل المرادات المرضیۃ ورقاہ۔ آمین) کو عنایات ازلیہ کی نظر انتخاب نے ازل ہی سے چن کر اس عظیم الشان امر کے لئے مسبوق بالحسنیٰ قرار دیدیا تھا۔ جن کی جدوجہد اور جانفشانیاں بفضلہٖ تعالیٰ عرصہ دراز سے اس چمنستان میں بارآور ہو رہی ہیں۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارہ ربط آیات قرآنیہ وایضاح معانی فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی۔ بحمد اللہ نہایت مفید اور کارآمد تحریر پائی۔ دلچسپ اور صحیح وضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھر دیا گیا ہے کہ عوام اور خواص دونو کو بہت

زیادہ آسانی کے ساتھ ذریرگراں مایہ ہاتھ آسکیں گے۔ میری نظر سے
کوئی مضمون ایسا نہیں گزرا جو کہ مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف
ہو یا اس پر گرفت ہو سکے۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ اگر لوگ اس عجیب و
غریب تحریر کو غور و خوض کے ساتھ مطالعہ فرمائینگے تو کتاب اللہ کو سمجھنے
کا بہت بڑا فرض ادا کر دینگے الخ۔ (۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

مجموعہ رسائل کی اشاعت

حضرت اعلیٰ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
نے متعدد عنوانات پر حسب
ضرورت چھوٹے چھوٹے رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ جو انجمن خدام الدین لاہور
کی طرف سے ایک ہی جلد میں اکٹھے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور بلا مبالغہ یہ
مجموعہ رسائل لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ میں حسب
ذیل ۳۴ رسائل شامل ہیں۔

(۱) تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ (۲) حرمۃ المزامیر (۳) اسلام میں نکاح بیوگان
(۴) احکام شب برات (۵) ضرورۃ القرآن (۶) اصلی حنفیت (۷)
خلق محمدی (۸) مسنون وظیفے (۹) خلاصۂ اسلام (۱۰) احکام وراثت
بروئے شریعت (۱۱) توحید مقبول (۱۲) فوٹو کا شرعی فیصلہ (۱۳) پیغام رسول
(۱۴) تحفہ میلاد النبی (۱۵) تحفہ معراج النبی (۱۶) فلسفہ عید قرباں۔
(۱۷) اسلام خطرہ میں (۱۸) شرح اسماء اللہ الحسنیٰ (۱۹) فلسفہ نماز
(۲۰) فلسفہ روزہ (۲۱) اسلام کا فوجی نظام (۲۲) بہشتی اور دوزخی کی
پہچان (۲۳) خدا کی نیک بندیاں (۲۴) مسلمان عورت کے فرائض (۲۵)

پیر و مرید کے فرائض (۲۶) گلدستہ صد احادیث (۲۷) فلسفہ زکوٰۃ (۲۸) اسلام اور ہتھیار (۲۹) علمائے اسلام اور علامہ مشرقی (۳۰) مقصد قرآن (۳۱) خدا کی مرضی۔ (۳۲) نجات دارین کا پروگرام (۳۳) استحکام پاکستان (۳۴) مسلمانوں کو مرزائیت سے نفرت کے اسباب۔

علاوہ ازیں حسب ذیل پانچ سورتوں کی تفسیر علیحدہ علیحدہ رسائل میں شائع کی گئی ہے۔ سورۃ العلق۔ سورۃ العصر۔ سورۃ القریش۔ سورۃ الکوثر اور معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس)۔

مندرجہ رسائل کے عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت لاہوریؒ کی نگاہ امت مسلمہ کی اصلاح کے ہر پہلو پر تھی اور غالباً کوئی انفرادی اور اجتماعی ایسا مسئلہ باقی نہیں رہا جس پر حضرت نے قلم نہ اٹھایا ہو اس سے جہاں حضرت شیخ التفسیرؒ کی وسیع علمی نظر کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ حضرت نے اہل اسلام کی اعتقادی و عملی۔ انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے کس قدر دلسوزی اور تندہی سے کام کیا ہے۔ بلاشبہ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرتؒ کی دینی زندگی ایک مسلسل مجاہدہ تھی اور حضرت خلوص و استقامت کا ایک عظیم پیکر تھے آپ ان عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے جو کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ہفت روزہ خدام الدین

حضرت شیخ لاہوریؒ نے عامۃ المسلمین کی اعتقادی اور عملی اصلاح و تربیت

کے لئے ہفت روزہ خدام الدین جاری فرمایا تھا۔ اس میں خطبہ جمعہ خصوصی توجہ اور محنت سے خود تحریر فرماتے تھے۔ اور رسالہ کا ہر مضمون خود مطالعہ کر کے شائع فرمایا کرتے تھے الا ماشاء اللہ۔ حضرت کی برکت سے یہ ہفت روزہ خدام الدین اتنا مقبول ہوا کہ نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون پاکستان دوسرے مسلمان ملکوں میں بھی یہ اشاعت پذیر ہوا۔ اور حضرت کے زمانہ حیات میں ہفت روزہ خُدام الدین سب سے زیادہ کثیر الاشاعت تھا۔ اور حضرت کے خلوص اور للّٰہیت کی حد یہ ہے کہ وفات سے چند دن پہلے مجھے حضرت کی خدمت میں حاضری کی توفیق ملی۔ اس وقت آپ کارخانہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت نے خود ہی یہ بیان فرمایا تھا کہ رسالہ خدام الدین انگلینڈ میں بھی جاتا ہے اور وہاں کے بعض احباب نے وہاں خدام الدین شائع کرنے کی اجازت طلب کی ہے لیکن میں نے ان کو اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ آجکل خلوص کم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ خلوص سے اس رسالہ کی اشاعت کی جائے۔

یہ ہے حضرت لاہوریؒ کے کاموں میں اخلاص کا ایک نمونہ۔ حالانکہ کتب و رسائل شائع کرنے والوں کی نظر عموماً اس پر ہوتی ہے کہ ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو جائے۔ لیکن حضرت عارف لاہوریؒ کے پیش نظر نہ محض اشاعت بلکہ مخلصانہ اشاعت تھی جس کے بغیر کوئی چیز عند اللہ مقبول نہیں ہو سکتی۔

مذہب اہل السنّت والجماعت

اسلام کے نام پر امت مسلمہ کے اندر جتنے فرقے آپس میں اصولی اور بنیادی اختلاف رکھتے ہیں ان میں صرف ایک ہی فرقہ (گروہ) جنتی ہوسکتا ہے۔ جس کا امتیازی نام اہل السنّت والجماعت ہے۔ اور اہل السنّت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہونا خود رسول رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزانہ ارشاد سے ثابت ہے جو حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے بھی اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۶ء میں نقل فرمایا ہے یعنی :۔ تفترق اُمّتی علیٰ ثلث و سبعین ملّة کلّھم فی النّار الا ملّة واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللّٰہ قال ما انا علیہ و اصحابی (رواہ الترمذی)۔

ترجمہ :۔ "اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائینگے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا ؟ آپ نے فرمایا :۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں"

یہ حدیث باترجمہ لکھنے کے بعد بعنوان "اپنے علماء اور خطباء کو مطالبہ" تحریر فرماتے ہیں :

برادران اسلام۔ آپ نے ارشاد نبوی سُن لیا کہ آپ کی امت میں سے یعنی مسلمان کہلانے والے اور کلمہ پڑھنے والے فرقوں میں سے بہتّر فرقے دوزخ میں جائینگے اور فقط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلنے والا فرقہ

بہشت میں جائیگا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علمائے کرام اور اپنی مسجد کے جمعہ کے خطیبوں سے پوچھا کریں کہ حضرت جو دین آپ ہمیں سکھاتے ہیں اور اپنے مخالفین کو کافر فرماتے ہیں کیا یہ وہی دین ہے جو آج سے ۱۳۷۶ سال پہلے حرمین شریفین سے چلا تھا الخ

(۲) تحفہ معراج النبی صـ۳ پر بعنوان اہل السنۃ والجماعت "حضرت لاہوری لکھتے ہیں کہ :۔ اہل السنت والجماعت حقیقت میں مسلمانوں کے اس مقدس گروہ کا نام ہے جس کے اندر اسلام حقیقی (جس کا ذکر فرقہ ناجیہ کی راہ عمل میں ہو چکا ہے) کی جھلک ہو اور مذکورۃ الصدر ایجادات سے پاک ہو"

(۳) فرمایا :۔ برادران اسلام۔ اہل السنت والجماعت کا لقب اختیار کرنیوالوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم شفیع المذنبین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت (یعنی طریقہ) کے پابند ہیں اور ہم اسی جماعت کے خلف (یعنی قائم مقام) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بنائی تھی جنہیں صحابہ کرام کہا جاتا ہے۔ (خطبات جمعہ حصہ نہم صـ۱۶۵)۔

امام ربانی کا ارشاد

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ۷۳ فرقوں والی پیشگوئی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی کو لازم پکڑنے والے اہل السنت والجماعت

ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائیں۔

پس اہل سُنّت ہی

نجات پانیوالا فرقہ ہیں کیونکہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ طعن کرتے ہیں وہ ان کی پیروی سے محروم ہیں اور اصحابؓ پر طعن کرنا دراصل پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔ جس نے اصحابؓ کی عزت نہ کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا الخ۔
(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اوّل ص۵۰۱)

(۲) چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا استثناء ما انا علیہ کے ساتھ واصحابی کے ارشاد سے تمام صحابہ کرام کو نہ صرف جنتی بلکہ ان کے طریقہ کی پیروی کو جنتی ہونے کی علامت قرار دیا ہے اس لئے جو فرقے یعنی رافضی اور خارجی وغیرہ سارے صحابہ کرام کو برحق اور جنتی نہیں قرار دیتے وہ اہل السنّت والجماعت سے خارج ہیں اور ان بہتر ناری فرقوں میں شامل ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اہل السُّنّت والجماعت ہونے کی شرط یہ قرار دیتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کو ماننے کے ساتھ حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو تمام صحابہؓ سے افضل مانا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے محبت رکھی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔ وتفضیل الشیخین ومحبۃ الختنین از خصائص اہل السُّنّت والجماعت است

—— بضرورت محبت ختنین از جملہ شرائط اہل سنت و جماعت اعتداد نمودہ اند تا حاطے ازیں راہ سوئے ظن باصحاب خیر البشر پیدا نکند پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ۲ صفحہ ۱۵۱)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو تمام صحابہ رضؓ سے افضل ماننا اور حضور صلعم کے داماد حضرت عثمان ذو النورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے محبت رکھنا اہل السنت والجماعت کی خصوصیات میں سے ہے۔

—— حسب ضرورت اہل السنت والجماعت ہونے کی شرطوں میں سے داماد رسول حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی کی محبت بھی مقرر ہے تاکہ کوئی جاہل؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ میں سے کسی کے ساتھ بدظنی نہ پیدا کر سکے۔ پس حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضؓ) کی محبت سنی ہونے کی شرط قرار پائی ہے اور جو آپ سے محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور اسکا نام خارجی ہو گیا۔

حضرت نانوتوی رح

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند ارشاد فرماتے ہیں:۔ مذہب اہل سنت بشہادۃ کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر غلط ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۵)

(ب) نیز فرماتے ہیں:۔ آیات کثیرہ حقیت مذہب اہل سنت

اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں" (ایضاً ص۱۳)۔
(ج) بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب شیعہ کو رد کرتی ہیں اور مذہب اہل سنت کی حقیت اور حقانیت پر شاہد ہیں" (ایضاً ص۱۴)
بطور نمونہ بندہ نے بعض اکابر اسلام کے ارشادات اہل سُنّت کی حقیت اور حقانیت کے ثبوت میں پیش کر دیئے ہیں ورنہ علمائے حق نے ہمیشہ اہل السنت والجماعت کے عنوان پر ہی تبلیغ و اشاعت فرمائی ہے کیونکہ اسلام حقیقی وہی ہے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت جامعہ اور حضورؐ کی جماعت مقدسہ (صحابہ کرامؓ) سے مابعد کی امت کو حاصل ہوا ہے۔ اس لئے سُنّت اور صحابہ کو ماننے والے ہی صحیح اہل اسلام ہو سکتے ہیں اور اہل السنت والجماعت کی یہ اصطلاح نہ صرف یہ کہ ما انا علیہ و اصحابی اور دیگر آیات و احادیث سے ماخوذ ہے بلکہ انہی الفاظ کے ساتھ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے یعنی یوم القیمۃ حین تبیض وجوہ اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة قاله ابن عباسؓ۔ یعنی قیامت کے دن جبکہ اہل السنّت والجماعت کے چہرے روشن ہونگے اور اہل بدعت و فرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہے۔"

(۲) تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ انہ قرأ ھٰذہ الآیۃ. قال تبیضّ وجوہ اھل السنۃ وتسود وجوہ اھل البدعۃ۔ حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اہل سُنّت کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہونگے۔

(۳) تفسیر در منثور میں بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے جس میں اہل السُنّت والجماعت کے الفاظ ہیں۔

(۴) بلکہ تفسیر در منثور کی ایک دوسری روایت میں تو خود نبی کریم رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اہل السُنّت کے الفاظ ثابت ہیں۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ یوم تبیضّ وجوہٌ و تسودّ وجوہٌ قال تبیضّ وجوہ اھل السنۃ و تسودُّ وجوہُ اھل البدع۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت یوم تبیض وجوہ وتسودُّ وجوہٌ کے تحت فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے قیامت کے دن روشن ہونگے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(۵) تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم مطبوعہ بیروت ص۶۲ میں ہے کہ حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اپنے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ :۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لی ولاخی انتما سیدا شبابِ اھل الجنۃ و قرۃ عینِ اھل السنۃ (تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور میرے بھائی (حضرت امام حسن رضی) سے فرمایا تھا کہ تم دونو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سُنّت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو"

(۶) شیعہ مذہب کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اہل سُنّت اور اہل بدعت کون ہیں تو آپ نے فرمایا :۔ واما اھل السنۃ فالمتمسکون بما سَنَّہُ اللّٰہ ورسولہ وان قلوا واما اھل البدعۃ فالمخالفون لامر اللّٰہ و لکتابہ ولرسولہ العاملون برأیھم و اھواءھم وان کثروا

۔ اور اہل سُنّت وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے حکم کے مخالف اور اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے ہوں اگرچہ وہ زیادہ ہوں"۔ ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ اہل حق کے لئے اہل السُنّت والجماعت کی اصطلاح دورِ رسالت اور دورِ صحابہ کرام رضی

میں معروف تھی ورنہ شیعہ مذہب کی کتاب میں اہل حق کیلئے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی زبان سے اہل سُنّت کی اصطلاح منقول نہ ہوتی۔

عظمت صحابہ رضؓ

چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد ما انا علیہ و اصحابی میں اپنی سنت کی پیروی کے ساتھ اپنے اصحاب رضؓ کے طریقہ کی پیروی کو بھی اہل جنت کی نشانی قرار دیا ہے اس لئے علمائے حق اور اکابر اہل سُنّت ہمیشہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمت کی تبلیغ وتعلیم اور اس کی حفاظت و نصرت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں اور اسی بنا پر وہ منکرین و مخالفین صحابہ رضؓ کی تردید کرتے چلے آتے ہیں۔ اور بادگارِ سلف حضرت اعلیٰ لاہوری قدس سرہٗ نے بھی دوسرے اعتقادیات کی طرح عظمت صحابہ رضؓ کے شرعی مقام کی تبلیغ وحفاظت پائی ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ حضرت کے ارشادات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اخلاص و استقامت کی دولت سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے وھبی طور پر حاصل تھی جس طرح یہ نفوس قدسیہ اہل زبان ہونے کی حیثیت سے قواعد صرف ونحو سے بے نیاز تھے اسی طرح ان حضرات کو اکتساب فضائل کے لئے اپنے اخلاف کی طرح باطنی اشغال و مجاہدات کی بھی حاجت نہ تھی کیونکہ جو حالت آج صوفی پر ذکر و شغل سے طاری ہوتی ہے۔ اصحاب اخیار پر وہی کیفیت بلکہ اس سے

بھی کہیں اعلیٰ وارفع رُوحانیت کے پیکرِ اعظم سیّد العرب والعجم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ صحبت سے ازخود حاصل ہوتی تھی ——— سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تعلیم و تزکیہ دونو کے امام و معلّم تھے۔ حضورِ انور کی صحبت میں صحابہ کرام کے سینے نورِ علم سے منوّر ہوتے تھے۔ ان پر تزکیہ نفس کا ایسا رنگ چڑھتا تھا کہ ان کا سینہ حسد۔ کینہ۔ بغض۔ جاہ طلبی۔ زر پرستی۔ خود پسندی کی کدورتوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا الخ (رسالہ پیر و مرید کے فرائض صہ ۵۶)۔

(۲) فرمایا۔ برادرانِ اسلام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (صحابہ کرام) کو بارگاہِ الٰہی سے کامیابی کے دو تمغے ملے ہیں جو ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے پیغمبروں میں سے کسی کی امت کو نصیب نہیں ہوئے ——— حاصل یہ نکلا کہ تمام صحابہ کرام کے اصلی اور سچے اور کھرے مسلمان ہونے کی قرآن مجید میں شہادت پائی جاتی ہے۔ خطبات جمعہ حصّہ نہم صہ ۱۰۱) اسی خطبہ میں بعنوان "دربار نبوت سے تمام صحابہ کرام کیلئے پہلا تمغہ" یہ حدیث لکھی ہے:۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا"۔

دوسرا تمغہ انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا :۔ میری امت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے۔ نمک کے سوا کھانے کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ حسنؒ نے فرمایا۔ ہمارا نمک تو چلا گیا پھر ہماری کیسے اصلاح ہو"۔

تیسرا (تمغہ) :۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تب کہو تم (میں سے) بُرے پر لعنت ہو" (رواہ الترمذی)

چوتھا (تمغہ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پھر تم نے جس کی بھی تابعداری کی تم نے ہدایت پالی"۔

حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درجے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے دربار میں۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ نعمت بھی کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی"۔ (ایضاً خطبہ جمعہ ص ۱۷۱ تا ص ۱۷۴)۔

(۳) بعنوان" دربار رسالت سے تمام صحابہ رضؓ کرام کے احترام کا حکم" تحریر فرمایا کہ :۔ عبداللہؓ بن مغفل سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے صحابہؓ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ (یعنی ان پر نکتہ چینی نہ کرو)

پس جو شخص ان سے محبت کریگا تو میری محبت کے باعث ان سے محبت کریگا اور جو شخص ان سے بغض رکھیگا تو وہ بھی میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھیگا۔ اور جس شخص نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو تکلیف پہنچائی پس قریب ہے کہ اللہ اسکو پکڑ لیگا (ترمذی)

حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کا احترام لازمی چیز ہے اور کسی پر بھی نکتہ چینی کرنیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائینگے اور جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیگا الخ (حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب صفحہ ۴۱/۴۲)

صحابہ کرامؓ کا معیار حق ہونا

(۴) فرمایا:۔ انسان بنانے کا نصاب اور دستور العمل قرآن ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اس کے بعد پھر صحابہ کرام معیار ہیں ——— فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب دوزخ میں جائینگے صحابہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ جنتی فرقہ کونسا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحابؓ" (مجلس ذکر حصہ نہم صفحہ ۱۳۶ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء)۔

(۵) فرمایا:۔ فرمان باری تعالیٰ ہے "اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اُسے اسی طرف چلائینگے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالینگے اور بہت بُرا ٹھکانا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی امت میں صحابہؓ کرام کے لئے مبارکبادی کے پیغام آسمان سے نازل فرمائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کو معیاری درجہ دیا ہے۔ جو لوگ صحابہ کرام کو معیار نہیں مانتے وہ گمراہ ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مجلس ذکر حصہ نہم صفحہ ۱۵۹)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض فرقے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معیار حق نہیں مانتے۔ ان میں سے جو العیاذ باللہ سوائے چند صحابہؓ کے سب صحابہ کے ایمان ہی کے منکر ہیں اور ان کو منافق اور کافر قرار دیتے ہیں وہ تو صحابہ کرام کو معیار حق مان ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ ان کو اہل حق ہی نہیں تسلیم کرتے۔ لیکن بعض دوسرے لوگ جو بظاہر صحابہ کرام کو مانتے ہیں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب صحابہؓ کرام میں بھی شدید اختلافات پائے جاتے ہیں حتی کہ باہمی جنگ و قتال تک بھی نوبت پہنچی ہے تو پھر وہ معیار حق کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور جب کہ صحابہؓ میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے

تو اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں امام ربانی حضرت مجددؒ الف ثانی فرماتے ہیں کہ :-

متابعت جمیع اصحاب در اصول دین لازم است و ہرگز در اصول اختلافے ندارند. اگر اختلاف است در فروع است و ایضاً مبلغان شریعت جمیع اصحاب اند کما مر لان الصحابۃ کلھم عدول ——— واختلافے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود۔ چہ نفوس شریفہ ایشان تزکیہ یافتہ بودند و از امارگی باطمینان رسیدہ۔ ہوائے ایشان تابع شریعت شدہ بود و آن اختلاف مبنی بر اجتہاد بود و اعلائے حق۔ پس مخطی ایشان نیز درجہ واحدہ دارد عند اللہ مصیب را خود دو درجہ است۔ پس زبان را از جفائے ایشان باز باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد۔ قال الشافعی رحمہ اللہ سبحانہ تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول نمبر ۳۱)۔

- تمام اصحابؓ کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے اور ہرگز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور تمام اصحابؓ شریعت کے مبلغ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ——— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے اور امارگی سے پاک

ہو کر مطمئنہ بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد پر مبنی اور کلمۂ حق کے بلند کرنے کے لئے تھا پس ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے اس کو بھی اللہ کے ہاں ایک درجہ ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح تھا اس کو خود دو درجے ملیں گے۔ پس ان پر جفا اور ظلم کا الزام لگانے سے اپنی زبان کو باز رکھنا چاہیے اور سب اصحابؓ کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اہل السنّت والجماعت کے سمجھنے کے لئے پوری رہنمائی کرتا ہے جس سے مخالفین کے اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتاب و سنّت کی شہادت سے جب تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں اور ان کو جہنّم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی تو یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ ہر ہر صحابیؓ کی وفات کامل الایمان ہونے کی حالت میں واقع ہوئی ہے اگر کسی صحابیؓ سے کبھی کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ معاف فرما دیا ہے اور ان کو خالص توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے صحابہ کرام کی توبہ بھی دوسروں کی توبہ کے لئے ایک معیاری حیثیت رکھتی ہے۔ اب صحابہ کرام میں سے

کسی صحابی رضؓ پر کسی کو جرح اور تنقید کرنے کا حق نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضؓ حق کا تھرمامیٹر ہیں

حضرات صحابہ کی یہ مخصوص شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی ہی سے واضح ہوتی ہے اور حضرت لاہوری قدس سرہٗ اسی حقیقت کے اظہار کے لئے حدیث ما انا علیہ واصحابی کے تحت ارشاد فرمایا کہ:۔ ما انا علیہ واصحابی حق کا تھرمامیٹر ہے اس پر ہر جماعت کو پرکھ لیا جائے۔ جس جماعت میں یہ رنگ ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے۔ آپ کو اس کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العٰلمین۔ (مجلس ذکر حصہ پنجم ص۱۰۵، ۲۰ دسمبر ۱۹۵۶)

اور صحابہ کرام کا معیار حق ہونا حضرت لاہوریؒ نے حسب ذیل آیت سے ثابت فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پ۵۔ سورۃ النساء ع ۱۷)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے خلاف۔ چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائینگے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالینگے اور بہت برا ٹھکانا ہے۔"

کمال دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضؓ کو حضور کے ساتھ مساوی درجہ

میں لاکر کھڑا کر دیا۔ اس آیت میں اَلْمُؤْمِنِیْنَ کے مصداق صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ حضور تو پیغمبر ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی حضور کے نقش قدم پر جارہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ہمارے لئے نمونہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ صحابہؓ کرام نے کلمہ تو حضور ہی سے پڑھا تھا۔ آپ کی برکت ہی سے ان کو ایمان اور اسلام نصیب ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حضورؐ کے ساتھ معیار حق بنا دیا۔ ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ دینگے کیونکہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے!! (سورۃ البقرہ رکوع ۴ پارہ ۳)۔

لیکن ان کی مخالفت کر کے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسکو جنت میں بھیجا جائیگا نہیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ (مجالس ذکر حصہ دہم صفحہ ۱۳۰۔ ۳۱ اگست سنہ ۱۹۶۳ء)۔

چونکہ صحابہؓ کرام کا مابعد کی امت کے لئے معیار حق ہونا ایک دینی اور شرعی مسئلہ تھا۔ جو کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہے اور بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کی جماعت سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو معیار حق نہیں مانتے جیسا کہ مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں عقیدہ محمد رسول اللہ

کے تحت تصریح ہے کہ :-

رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اُسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو۔ اس کو اُسی درجہ میں رکھے۔ (دستور جماعت اسلامی پاکستان عقیدہ دفعہ نمبر ۳ دفعہ نمبر ۶) اور یہ عبارت چونکہ عقیدہ کے تحت درج ہے اس لئے مودودی جماعت اسلامی کے ہر رکن کے لئے یہ عقیدہ لازمی ہے چنانچہ اسی دستور میں شرائط رکنیت دفعہ ۵ کے تحت نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ :- جماعت کے عقیدے کو اسکی تشریح کے ساتھ سمجھ لینے کے بعد شہادت دے کہ یہی اس کا عقیدہ ہے۔

اور مودودی دستور کا یہ عقیدہ چونکہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے اس لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف ایک مستقل رسالہ بنام "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت" تصنیف فرمایا جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معیار حق ہونا شرعی دلائل سے ثابت کر کے مودودی جماعت پر اتمام حجت کر دی ہے۔ اور تصریح فرما دی ہے کہ :-

خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا یہ دستوری نمبر ۶ اور اس کا

عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن وحدیث اور مخالف عقائد اہل السنت والجماعت اسلاف کرام ہے جس سے دین اسلام کو انتہائی ضرر اور نقصان عارض ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔ (صلا ۶)۔

(ب) حضرت مدنیؒ اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنائے ہیں اور اس پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم اور شیخ التفسیر

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کو شیخ العرب والعجم سے جو عقیدت ومحبت تھی وہ غیر معمولی نوعیت کی تھی جس کا اندازہ حضرت کی حسب ذیل تحریروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ (ا) علمی طور پر علماء اور عملی طور پر صوفیاء حامل دین ہیں بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولینا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ ان سے پہلے حضرت مولانا انور شاہؒ جامع تھے۔ ان سے پہلے حضرت شیخ الہند جامع تھے۔ ان سے پہلے بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ جامع تھے۔ اے پنجابیو! تم اندھے ہو تم کیا جانو کہ حضرت مولانا حسین احمد

صاحب مدنی کیا ہیں الخ (مجلس ذکر حصہ پنجم ص۱۲۲، ۲۰ دسمبر ۱۹۵۶ء)۔

(ب) فرمایا:۔ حضرت صدیق اکبرؓ پہلے دن حضورؐ کو پہچان گئے۔ لیکن ابولہب اور ابوجہل آخر وقت تک حضور کا مرتبہ نہ جان سکے۔ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو اولیاء اللہ میں سے سمجھتا ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں لاہوری اندھے ہیں جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو نہیں جانتے وہ یقیناً اولیائے کرام میں سے ہیں۔ جمعیت علمائے ہند کے جلسوں میں جب شرکت کے لئے میں جاتا تھا ہمیشہ ان کے سامنے دوزانو بیٹھتا تھا۔ ماشاء اللہ وہ مجاہد بھی ہیں۔ بعض اوقات تین تین چار چار گھنٹے جلسہ گاہ میں بیٹھے رہتے۔ میں اسی ہیئت پر ان کے سامنے بیٹھتا۔ بعض اوقات میری رانوں میں درد ہو جاتا اور کبھی کبھی کافی شدت اختیار کر جاتا لیکن میں نفس کو کہتا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو تجھے حضرت کے سامنے اسی طرح بیٹھنا ہے۔ الخ (مجلس ذکر حصہ ہفتم ص۳۳، ۳۴ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۷ء)۔

(ج) حضرت لاہوریؒ نے حضرت مدنیؒ کی عظمت بیان کرتے ہوئے عموماً اپنے درس و تقریر میں اس طرح کے الفاظ فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چودہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائی ہے۔ اور حج کے موقعہ پر اولیاء اللہ موجود ہوتے ہیں لیکن میں نے اتنے عرصہ میں حضرت مدنیؒ جیسا بزرگ نہیں دیکھا (او کما قال رحمہ اللہ تعالیٰ)۔

حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور سُنت اور صحابہؓ کے خلاف جو فتنہ بھی امت میں اسلام کے نام پر اٹھا ہے علمائے حق نے اس کو نظر انداز نہیں کیا اور اس پر سخت نکیر کر کے اہل اسلام کو اس فتنہ سے بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور اپنے دَور میں شیخ التفسیر عارف باللہ حضرت اعلیٰ مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے علمائے حق میں سے ایک ہیں جنہوں نے ہر بنیادی فتنہ کا مقابلہ کیا ہے۔ چنانچہ بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں ایسی عبارتیں لکھی ہیں جن میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت لاہوری رحؒ نے اس فتنہ کو بھانپ لیا۔ اور بلا خوف لومۃ لائم مودودی فتنہ کی تردید میں تقریر و تحریر کے ذریعہ جدوجہد فرمائی۔ چنانچہ رد مودودیت میں حضرت نے ایک کتاب بنام "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" تصنیف فرمائی۔ جس میں پوری وضاحت سے یہ تحریر فرمایا کہ

(۱) میں نے مودودی صاحب کی کتابوں میں دیکھا کہ وہ قرآن مجید اور سُنت رسول کے بعض بنیادی اصول کی توہین کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان توہینوں کی اشاعت نوائے پاکستان میں کر دی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب اور ان کے معتقدین کو متنبہ ہو کر توبہ کی توفیق عطا

فرمائے اور باقی مسلمان اس "فتنۂ مودودیت" میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں۔ دراصل یہ چیزیں اخبار سے پہلے رسالہ میں مرتب شدہ تھیں (ص۲)

(۲) مودودی صاحب محمدی اسلام کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں" کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا کہ :۔

برادران اسلام! مودودی کی تحریک کو بنظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک نیا اسلام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذلک. نیا اسلام لوگ تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کی در و دیوار منہدم کرکے دکھا دیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلا دیا جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل قبول۔ ناقابل روایت اور ناقابل عمل ہوگیا ہے اس لئے اس نئے اسلام کو مانو اور اسی پر عمل کرو" (الخ ص۱۲)۔

(۳) مودودی نظریات کو نئے اسلام سے تعبیر کرنے پر حضرت شیخ التفسیرؒ نے اس کتاب میں متعدد دلائل دیئے ہیں اور مودودی تصانیف سے صحیح حوالجات پیش کئے ہیں۔ جن میں نہ صرف صحابہ کرام بلکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تنقیص پائی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔ چنانچہ حضرت نے خود مودودی صاحب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :۔ مودودی صاحب آپ نے اللہ تعالیٰ کے ہزارہا مقبول بندوں

کی توہین اور بے ادبی کی ہے۔ کیا آپ نے ساڑھے تیرہ سو سال کے تمام محدثین۔ تمام مفسرین۔ تمام مجددین حتیٰ کہ صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی توہین نہیں کی؟ اتنے بڑے بڑے مقبولین بارگاہ کی توہین کرنا آپ کیا سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آپ نے نہیں کی۔ مودودی صاحب ان حرکات سے توبہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ کی توبہ قبول فرمائے اور صراط مستقیم نصیب فرمائے۔" (صہ ۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سلسلہ میں حضرت لاہوریؒ نے مودودی صاحب کی ایک حسب ذیل عبارت پیش کی ہے جس سے دجال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا غلط ہونا لازم آتا ہے العیاذ باللہ۔

حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا الخ (ماخوذ از ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۶۵ھ فروری ۱۹۴۶ء)

توہین انبیائے کرام

علاوہ ازیں مودودی صاحب کے تنقیدی ذہن وقلم سے بعض اور انبیائے معصومین علیہم السلام کی توہین بھی ثابت ہے اور غالباً اس قسم کی تحریریں حضرت

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کی ہیں یا بعض آپ کی حیات میں ہی لکھی گئی ہیں جن کی حضرت کو اطلاع نہیں ہوئی مثلاً (۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ:۔ عصمت دراصل انبیا کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہوجائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہوجانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں (تفہیمات جلد ثانی طبع دوم صد ۴۳)۔

(۲) نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اپنی تفسیر میں آیت یاداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔ یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوجاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کو حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ

حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا"۔ (تفسیر تفہیم القرآن جلد ۴ سورۃ ص صفحہ ۳۲۷)۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ:۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہارے صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے"۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورۃ ہود صفحہ ۳۴۴ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جاہلیت سے مراد خلاف اسلام جذبہ ہے چنانچہ مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں لکھا ہے کہ:۔ دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لینا کہ اسلام اور جاہلیت (غیر اسلام) کا فرق معلوم ہو اور حدود اللہ سے واقفیت ہو جائے" (صفحہ ۱)۔

(۴) حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا الخ (تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ یونس حاشیہ صفحہ ۳۱۲/۳۱۳ طبع اول)

(۵) حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے:۔ نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا الخ

(رسائل و مسائل جلد اول صہ۳۱ طبع دوم ۱۹۵۴ء و ترجمان القرآن مئی جون جولائی تا اکتوبر ۱۹۴۴ء) ہے۔

خلافت راشدہ اور حضرت لاہوریؒ

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی سے تمام صحابہ کرام کا مقتدائے امت ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے امتیازی طور پر اہل حق کا نام اہل السنت والجماعت قرار پایا ہے جس میں الجماعۃ سے مراد صحابہ کرام کی جماعت مقدسہ ہے جنکو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی فیضان نصیب ہوا ہے لیکن ان تمام اصحاب کرام میں چار وہ حضرات ہیں جنکو حسب وعدہ خداوندی حضور سرور کائنات کی خلافت (جانشینی) کا عظیم شرف نصیب ہوا ہے یعنی امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ۔ حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین اور حضرت علی رضؓ المرتضیٰ ان خلفائے اربعہ کو خصوصیت سے خلفائے راشدین رضؓ اور چار یار کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اپنی مشہور عام کتاب تعلیم الاسلام حصہ سوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :- ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین رضؓ اور چار یار کہتے ہیں"۔

ے صحابہ کرام اور انبیائے عظام علیہم السلام کے بارے میں مودودی تحریرات کی تفصیل اور مودودی جماعت کی طرف سے ان کے جوابات اور پھر جواب الجواب کیلئے میری کتابیں مودودی مذہب اور علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ از مفتی محمد یوسف مودودی قابل مطالعہ ہیں۔

(۲) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی قدس سرہٗ نے بھی چار یار کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ۔ اور امیر معاویہ رضؓ اور بعضے اور صحابہ گو مخالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہے لیکن ان کا بگڑنا ایسا تھا جیسا بھائیوں کا بگڑنا کیونکہ وہ اور چار یار اس نعمت خلافت میں بمنزلہ امیر اور غریب بھائیوں کے ہیں الخ (ہدیۃ الشیعہ صنؔ طبع جدید ناشران نعمانی کتب خانہ حق اسٹریٹ اردو بازار لاہور و مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ)۔

(ب) ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں حضرت نانوتوی اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ خلافت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
خلفائے راشدین تو ان کے نزدیک پانچ ہیں چار یار اور ایک امام حسن علیہم رضوان اللہ تعالیٰ الخ (الاجوبۃ الکاملۃ صہ ۳۹)
اسی رسالہ میں خلفائے اربعہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ اہل سُنّت حضرت امیرؓ (یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ) کی خلافت کے وقت ان کے خلیفہ برحق ہونے کے دل سے قائل ہیں جیسے خلفائے ثلثہ کی خلافت کی حقیت کے ان کے ایام خلافت میں قائل ہیں الخ (صہ ۱۲)

نوٹ چونکہ حضرت امام حسن رضؓ صرف چھ ماہ خلیفہ رہے ہیں پھر آپ نے صلح کرکے حضرت امیر معاویہ رضؓ کو برحق خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اس لئے عموماً محققین اہل سُنّت اصطلاحی معنیٰ میں خلفائے راشدین صرف چار یار کو مانتے ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ

کی خلافت کو حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافت کا تتمہ قرار دیتے ہیں۔

(۳) دیوبندی اکابر کے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے حسب ذیل اشعار بعنوان "در مدح چار یار کرامؓ" اہل سُنّت کے لئے بصیرت افزا ہیں:-

پڑھ تو امداد اس پہ صلوٰت وسلام | آل اور اصحاب پر اسکے تمام
چار یار اس کے ہیں چاروں خاص حق | ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ | دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی
چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر | ملک اسلام ان سے ہے رونق پذیر
زیب ایوان شریعت میں یہ چار | رونق باغ طریقت ہیں یہ چار
ہیں یہ ملک معرفت کے شہریار | ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار
قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار | ملت حق کی ہیں یہ انہار چار
ہیں طریق حق کے چاروں ہمعصر | ہیں یہ ایوان خلافت کے ستون
ہیں یہ ملک دین کی سرحد چہار | جو ہو باہر ان سے ہے مردود و خوار
بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن | ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن
جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ | دو جہاں میں لے شبہ کل ہے وہ
جو کوئی ان سے ہوا بد اعتقاد | ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد
جو ہیں اہل بیت اور آل رسول | گلشن دیں کے ہیں سب مقبول پھول
ہے ہر اک ان سب کا بے شک لے یقین | مغز ملت۔ جان ایماں۔ روح دین
جس قدر ہو ان سے الفت میں کمی | اس قدر ہے دین ملت میں کمی

ایک کا بھی ان سے جو بدخواہ ہو　　راہِ حق سے بے شبہ گمراہ ہو
جتنے ہیں اصحاب پیغمبر تمام　　ہے ہر اک نجم ہدایت والسلام
اک صحابی سے بھی گر ہو سوئے ظن　　ہے وہ بیشک لائق گردن زدن
بھیج تو ان سب پہ صلوات و سلام　　ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام

(۴) سکندر نامہ فارسی میں حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہیں :-

بر از گوہر جاں نثارش کنم　　ثناخوانی چار یارش کنم

(منقول از کلیات امدادیہ صفحہ ۱۳۱ ناشر دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ۱)۔

(۵) بدائع منظوم فارسی مصنفہ ۱۱۲۳ھ میں ہے ؎

شکر دیگر کہ آمدم بحساب
از محبانِ آل وہم اصحاب
بخصوص آں چہار عنصر دیں
خلفائے رسول حق بیقیں

(۶) "نام حق" مصنفہ ۶۹۲ھ میں حضرت شرف الدین بخاریؒ فرماتے ہیں ؎

شکر حق را کہ پیشوا داریم　　پیشوائے چو مصطفےٰ داریم
امت او و دوست دار وے ایم　　دوست دار چہار یار وے ایم

(نوٹ) "نام حق" کی یہ نظم سات سو پانچ سال پہلے کی ہے۔

(۷) مغلیہ دورِ سلطنت میں عموماً ملکی سکوں پر کلمہ طیبہ اور اسکے ارد گرد حضرات چار یار کے نام کندہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ہمارے پاس اس قسم کے سکوں

میں سے ایک سکہ شاہجہاں بادشاہ غازی کا ہے اور دوسرا سکہ جلال الدین اکبر بادشاہ کا ہے جس پر ۹۱۱ھ لکھا ہے۔ اور ایک کتاب "عہد مغلیہ مع دستاویزات مؤلفہ صفدر حیات صفدر میں" باب شیر شاہ سوری کا انتظام سلطنت کے عنوان کے تحت ص ۲۵۱ پر لکھا ہے کہ: سکوں پر دو قسم کی زبان میں الفاظ کندہ ہوتے ہیں۔ ایک طرف فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں بادشاہ کا نام سن اور ٹکسال کا نام ہوتا تھا دوسری طرف درمیان میں کلمہ ہوتا تھا۔ سنی العقیدہ ہونیکے باعث کلمہ کے چاروں طرف خلفائے راشدین کے نام کندہ ہوتے تھے۔ مندرجہ اشعار اور شاہی سکے صدیوں پہلے کی یادگار ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں اسلام کے اصل الاصول کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تبلیغ اور تحفظ کیلئے اتنا شدید جذبہ پایا جاتا تھا کہ جن مسلم سلاطین کو دنیا دار بادشاہ سمجھا جاتا ہے وہ بھی اپنا یہ اولین فریضہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا کے دیئے ہوئے اقتدار کے ذریعہ اصلی کلمہ اسلام کی حفاظت کریں اور اسکے بعد ان چار خلفائے راشدین رضی کے شرعی بلند مقام کا تحفظ وہ ضروری سمجھتے تھے جو قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق ہیں اور جنکے ذریعہ حق تعالیٰ نے کلمہ اسلام کو اطراف عالم میں پھیلا دیا تھا۔

جنات کا ایک عجیب و غریب تازہ واقعہ

شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے مریدین میں سے ہمارے محترم حکیم امانت اللہ صاحب قادری ساکن کوری ضلع راولپنڈی کی ایک لڑکی ہمارے مدرسہ تعلیم النساء چکوال میں قرآن مجید حفظ کر رہی ہے۔ اس نے پہلے دینیات کا کورس اسی مدرسہ میں پاس کیا ہے۔ وہ ماہ رجب میں چھٹی پر گئی ہوئی تھی۔ تعلیمی سال کے اختتام پر ہم تعلیم النساء میں سالانہ زنانہ اجتماع کیا کرتے ہیں جس میں طالبات قرآن مجید حفظ سناتی ہیں۔ اذان فجر تک یہ اجتماع

رہتا ہے۔ اس سال یہ زنانہ اجتماع شب ۲۰ رشعبان ۱۳۹۸ھ میں ہوا ہے۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے حکیم صاحب موصوف کی لڑکی بھی دوسری مستورات کے ہمراہ آئی تو اس نے اپنا یہ واقعہ سُنایا کہ وہ اس اجتماع سے دو دن پہلے دن کو اپنے گھر میں تھی تو ایک جن (عورت) کمرے میں اس کے سامنے ظاہر ہوئی اور اس نے کہا کہ تو یہ کلمہ پڑھ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی ولیّ اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ و خلیفتہ بلا فصل۔ میں نے کہا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتی میں تو اپنا کلمہ پڑھوں گی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کے بعد اس جنیّہ نے کچھ ایسا اثر ڈالا کہ میں بیہوش ہوگئی اس حالت میں مجھے کچھ اتنا یاد ہے کہ میں نے غیر اختیاری طور پر شیعہ کلمہ کے بعض الفاظ پڑھے ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک دوسری آواز آئی (لیکن کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی) کہ تو یہ کلمہ نہ پڑھ بلکہ تو اپنا یہ کلمہ پڑھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور جب میں ہوش میں آکر اٹھی تو میرے ہاتھ میں یہ سکہ تھا۔ حالانکہ یہ سکہ پہلے ہمارے گھر میں بالکل نہیں ہے اس سکہ کی ایک طرف درمیان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہے اور اس کے چاروں طرف چار خلفاء کے نام ہیں۔ ابوبکر۔ عمر عثمان۔ علی۔ سکہ کی دوسری طرف مسجد نبوی کا نقش ہے جس کے نیچے لفظ مدینہ لکھا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا لفظ ہے جو پڑھا نہیں جا سکتا۔ سکہ کا فوٹو یہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ب) اس لڑکی نے بتایا کہ ۱۹ شعبان صبح کو جب ہم گھر سے چلی ہیں تو اڈہ پر پیدل جاتے ہوئے راستہ میں پھر وہ جنی عورت سامنے آئی اور اس نے پھر شیعہ کلمہ پڑھنے کو کہا تو میں نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں پڑھتی اس کے بعد بس میں جب ہم بیٹھی ہیں تو راستے میں پھر وہ عورت نظر آئی ہے اور پھر اس نے کہا کہ تو یہ کلمہ پڑھ یعنی شیعہ کلمہ۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتی۔

(ت) اس لڑکی پر پہلے بھی آسیب و سحر کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جب سے شیعوں نے اپنا جداگانہ کلمہ بھٹو دور حکومت میں سرکاری نصاب دینیات میں لکھوایا ہے جو ملت اسلامیہ کے اجماعی کلمۂ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے خلاف ہے اور سوائے توحید و رسالت کے اقرار کے نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام میں داخل کرتے وقت کلمہ میں اور کسی شخصیت کا اقرار نہیں کرایا اور حضرات خلفائے راشدینؓ حتیٰ کہ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کلمۂ اسلام میں توحید و رسالت کے علاوہ اور کسی شخصیت کا اقرار نہ خود کیا ہے اور نہ کسی اور سے کرایا ہے اس لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے کلمۂ اسلام میں کمی یا اضافہ کرنا کفر ہے۔ بہر حال جس طرح کلمۂ اسلام کے بارے

ہیں پاکستان میں سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت اور شیعہ فرقہ کے مابین بنیادی اور اصولی اختلاف و نزاع پایا جاتا ہے اسی طرح یہ مسئلہ جنات میں بھیل گیا ہے۔ اس شیعہ جنیہ نے اس لڑکی کو بدعقیدہ بنانے کی کوشش کی تو حق تعالیٰ کی نصرت سے کسی سُنی جن نے اس کا دفاع کیا۔ اور لڑکی کے ہاتھ میں وہ پرانا سکہ دیدیا جس میں نہ صرف کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے بلکہ اس کے چاروں طرف خلفائے راشدینؓ (حضرات چار یار) کے نام لکھے ہوئے ہیں جس میں سوادِ اعظم کے عقیدہ خلافت راشدہ کا تحفظ پایا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صدیوں پہلے کے سلاطین اسلام اپنے شاہی سکہ میں کلمۂ اسلام کے چاروں طرف ان چار خلفائے راشدینؓ کے نام کندہ کر کے عقیدہ خلافت راشدہ کے تحفظ کا فریضہ ادا کرتے تھے اور اس طریق سے وہ اسی حقیقت کا اظہار کرتے تھے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے خصوصیت سے یہ چار خلفائے راشدینؓ کلمۂ اسلام کے مبلغ اور محافظ تھے اور یہی خلفائے عظام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مابعد کی امت کے مابین ایک قوی ترین واسطہ ہدایت ہیں اور ان کی خلافت راشدہ کو تسلیم کئے بغیر کلمۂ اسلام قبول نہیں ہو سکتا اور اہل حق کا یہ عقیدہ محض اپنے حسن ظن پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان چار حضراتؓ کی بذریعہ وحی عظمت بیان فرمائی ہے چنانچہ محدث کبیر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

شفا اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت جابرؓ سے مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۵۲۲ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے :-

ان اللہ اختار اصحابی علیٰ جمیع العٰلمین سوی النبیین و المرسلین واختار لی منھم اربعۃً ابابکر و عمر و عثمان و علیاً فجعلھم خیر اصحابی و اصحابی کلھم خیر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے انبیاء اور رسولوں کے میرے اصحاب کو تمام جہانوں سے چن لیا ہے اور ان اصحاب میں سے پھر ان چار کو میرے لئے پسند کر لیا ہے یعنی ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ۔ اور ان چار) کو میرے تمام اصحابؓ میں سے بہتر بنایا ہے اور میرے اصحاب سب بہتر ہیں) اور پھر ان چار میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو افضلیت عطا فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ابوبکر و عمر سید اکھول اھل الجنۃ من الاولین و الاخرین الا النبیین و المرسلین (مشکوٰۃ شریف) یعنی ابوبکر اور عمر سوائے انبیاء اور مرسلین کے تمام اوّلین و آخرین میں ادھیڑ عمر کے جنتیوں کے سردار ہونگے)۔

اور طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا ہوگی۔ اور پھر ان دونوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق

کا مرتبہ نہ صرف حضرت عمر فاروق رضؓ سے بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام اولاد آدم میں سے بڑا ہے۔ آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ شاعر ملت ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے :۔ ؎

آں امنّ الناس بر مولائے ما   آں کلیم اول سینائے ما

ہمت اُو کشت ملت را چو ابر   ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کا منصب عطا فرمایا۔ اور بعد از وفات روضہ مقدسہ میں حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں قیامت تک کے لئے آرام کرنیکا شرف عطا فرمایا۔ اور آپ کے بعد خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظمؓ کو حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ میں استراحت فرما ہونے کی فضیلت نصیب فرمائی۔

مسئلہ حیات النبیؐ

اور یہ وہی روضہ مقدسہ ہے جسمیں نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم روح کے تعلق سے جسم اطہر کی حیات کے ساتھ جلوہ فرما ہیں اور زائرین کے درود و سلام بذریعہ ملائکہ کرام روضۂ مقدسہ (قبر اطہر) میں پیش کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعد الموت اپنی اپنی قبور مطہرہ میں روح کے تعلق سے جسمانی حیات اور سماع عند القبر کے عقیدہ پر اہل حق کا اجماع ہے۔ چنانچہ اکابر علمائے دیوبند کے عقائد کی دستاویز المہند علی المفند مؤلفہ مرجع العلماء والصلحاء حضرت

مولینا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ میں مسئلہ حیات النبی
کی تصریح کردی گئی۔ چند سال پہلے جب بعض منتسبین علمائے دیوبند
نے عقیدہ حیات النبی کا انکار ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح کی حیات کو ہی حیات النبی سے تعبیر کیا اور جسد مع الروح کی
حیات اور سماع عند القبر کا انکار کیا۔ تو شیخ التفسیر حضرت لاہوری
نے حیات النبی کے اس سنی عقیدہ کی پرزور تائید فرمائی۔ ان ایام میں
حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ منکرین کے متعلق عموماً فرمایا کرتے تھے کہ
ان کو نہ بصیرت ہے اور نہ عقیدت۔ اگر بصیرت ہوتی تو حیات النبی
کا انکار نہ کرتے اور اکابر کی عقیدت ہوتی تو ان کی تحقیق مان لیتے۔
مسئلہ حیات النبی کی تفصیل اور اس کے دلائل کے لئے حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ کی کتاب
"تسکین الصدور" قابل مطالعہ ہے۔ جو مولانا موصوف نے ۱۹۶۷ء مطابق
۱۳۸۷ھ میں جمعیت علمائے اسلام کے ارکان شوریٰ کے متفقہ فیصلہ کی
بنا پر تصنیف کی تھی۔

بہرحال ان چار یار کی خلافت راشدہ کی اہمیت
کو امام المحققین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے
اپنی بے نظیر جامع کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں حسب ذیل
عبارت میں واضح فرمایا ہے کہ :-

اما بعد می گوید فقیر ولی اللہ عفی عنہ کہ دریں زمانہ بدعت تشیع

آشکار شد و نفوس عوام بشبہات ایشاں متشرب گشت و اکثر اہل ایں اقلیم در اثبات خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شکوک بہم رسانیدند لاجرم نور توفیق الٰہی در دل ایں بندہ ضعیف علمے را مشروح و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواراں اصلے ست از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود الخ ــــــ امام اہل سنّت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی قدس سرہٗ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔ اما بعد۔ کہتا ہے فقیر حقیر ولی اللہ عفی عنہ کہ اس زمانہ میں بدعت تشیع آشکار ہو گئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان کے شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں لہذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا۔ (ازالۃ الخفاء مترجم اردو جلد ۱ ول ص۳ ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ کراچی)۔

شیعہ عقیدۂ امامت اور سُنّی عقیدۂ خلافت کا فرق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کے ان الفاظ سے کہ خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دین کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اہل سنت کا عقیدۂ خلافت بھی شیعوں کے عقیدۂ امامت کی طرح ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک خلافت کا عقیدہ مثل توحید و رسالت کے اصول دین میں سے نہیں ہے لیکن برعکس اسکے شیعوں کے نزدیک عقیدۂ امامت مثل عقیدہ توحید و رسالت کے ہے چنانچہ بھٹو دور حکومت میں جو شیعہ دینیات سرکاری اسکولوں میں نافذ کی گئی تھی اس کی کتاب اسلامیات لازمی برائے جماعت نہم و دہم کے حصہ شیعہ میں: اصول دین" کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے کہ:۔ دین کی جڑیں پانچ ہیں۔ توحید ۔ عدل ۔ نبوت ۔ امامت۔ قیامت تو ان کے عقیدہ امامت سے تو یہ لازم آتا ہے کہ توحید و رسالت کی طرح عقیدہ امامت پر ایمان لانا فرض ہے۔ بلکہ شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے اسی عقیدہ کی بنا پر وہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے لیکر امام غائب حضرت مہدی تک بارہ اماموں کو انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل تسلیم کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مثل توحید و رسالت کے اقرار کے کلمۂ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اقرار ضروری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بھٹو دور حکومت کی دینیات اسلامیات لازمی کی کتاب" رہنمائے اساتذہ" میں دو شیعہ مصنفین مولوی محمد بشیر انصاری آف ٹیکسلا اور مولوی مرتضیٰ حسین فاضل

لکھنو نے جو شیعہ کلمہ لکھا ہے اس کی تشریح حسب ذیل کی گئی ہے
کلمہ۔ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر
مسلمان ہوجاتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور
امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے
سے مسلمان مومن بنتا ہے۔ (ص ۳۵/۳۶) اور اس کتاب میں کلمہ کے یہ
الفاظ لکھے ہیں:۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ
اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ ط

عقیدۂ امامت ختم نبوت کے منافی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔
این فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت
چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ را
بد می گویند۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوع از کلام روحانی القاء
فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است و بطلان مذہب ایشان از
لفظ امام معلوم می شود۔ چوں ازاں حالت افاقت دست داد۔ در
لفظ امام تامل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشان معصوم مفترض
الطاعۃ منصوب للخلق است و وحی باطنی در حق امام تجویز می نمایند
پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت را صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم الانبیاء گفتہ باشند و چنانکہ در حق اصحاب اعتقاد نیک باید

داشت ہم چناں در حق اہل بیت معتقد باید بود وصالحین ایشاں را بمزید تعظیم تخصیص باید کرد الخ (تفہیمات الٰہیہ جلد ثانی صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ المجلس العلمی ڈھابیل)۔

اعلان حق چار یارؓ مذکورہ شرعی حقائق کے پیش نظر دورِ حاضر کے گوناگوں فتنوں دررافضیت اور خارجیت سے تحفظ اور اہل حق کے عقیدہ خلافت راشدہ کی تبلیغ واشاعت کے لئے اگر پاکستان میں "حق چار یارؓ" کے اعلان حق کو زور شور سے پھیلا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے غلبہ حق اور شکست باطل کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

شیخ التفسیرؒ کے ارشادات شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو امام الاتقیاء والاولیاء مانتے ہیں۔ (خطبات حصہ نہم صفحہ ۱۲۵) حضرت رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرآن حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیقات کی روشنی میں پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے قرآن مترجم کے دیباچہ میں "ایک ضروری گذارش" کے تحت انجمن خدام الدین قائم کردہ ۱۳۴۰ھ کی مطبوعات کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) درس عام جو ہر روز صبح کو ہوتا ہے (۲) نوجوان تعلیمیافتہ طبقہ کا درس جو ہر روز بعد از نماز مغرب ہوتا ہے (۳) فارغ التحصیل

علمائے کرام کو قرآن حکیم کی ایسی تفسیر پڑھائی جاتی ہے جس میں اعتقادات۔ اعمال۔ اخلاق۔ اصول۔ تدبیر منزل۔ قانون، حاملات تمدن اسلام۔ اسلامی معاشرت اور سیاسیات وغیرہ تمام ضروریات کا حل کتاب اللہ سے سمجھ میں آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک سے آدمی باہر نہ جائے۔

(۴) دورۂ تفسیر رمضان۔ شوال اور ذیقعد کے تین مہینوں میں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اہل علم کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا مدوّن کردہ فلسفہ شریعت جو حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے، پڑھایا جاتا ہے۔" اور چونکہ حضرت شیخ التفسیرؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیقات سے خصوصی استفادہ کیا ہے اور اور عقیدہ خلافت راشدہ کے اثبات کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت راشدہ کی شرعی اہمیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا اور مجالس ذکر اور خطبات جمعہ اور اپنی تصانیف میں خلفائے راشدینؓ کے بلند ترین شرعی مقام کی تعلیم فرماتے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) مشکوٰۃ شریف کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ تم پر لازم ہے کہ میرے اور خلفائے

راشدین رضؓ کے طریقے کو مضبوط پکڑ لو۔ آج حضرت عمر بن خطاب رضؓ کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حُذیفہ رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے درمیان رہوں۔ پس تم میرے بعد ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ کی اقتدا اور اتابعت کرو۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیعہ حضرات کو بھی ان کی عزت اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی توہین کرینگے وہ اپنی بھی خیر نہیں منائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے میرے دوست کو اذیت دی میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ ایک موقعہ پر ایران کے شیعہ امام سے لاہور کے بعض علماء نے سوال کیا کہ اہل بیت حضرات کے مزارات کوفہ میں ہیں ان کا کیا حال ہے؟ شیعہ امام نے کہا کہ ان کی برکت سے اتنے اتنے فاصلے پر جتنے مدفون ہیں سب مغفور ہیں سب جنتی ہیں۔ اس پر اہل السنت والجماعت نے اعتراض کیا کہ اہل بیت کی اتنی برکت ہے کہ گرداگرد کے تمام مدفون جنتی ہیں اور جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلو اور بغل میں لیکر سوئے ہوئے ہیں انکی کوئی برکت نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطاء فرمائیے۔ انسان جب ضد پر آجائے تو حق کی مخالفت کرتا ہے۔ (مجلس ذکر حصہ نہم

صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منکرین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے جہاد وقتال کے بارے میں فرمایا کہ:۔ صدیق اکبرؓ کی استقامت اسلام کو بچا کرلے گئی ورنہ اسلام مدینہ ہی میں دفن ہو ہو جاتا۔ ایک قبیلہ زکوٰۃ معاف کرالیتا دوسرا نماز۔ تیسرا روزہ اور چوتھا حج الخ۔ (مجلس ذکر حصہ ہفتم صفحہ ۱۴۹ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء)

(۳) حضرت صدیقؓ کے فضائل کے بیان میں فرمایا:۔ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا حواری ملا۔

(ب) حضرت علیؓ نے فرمایا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر اور عمر کا بغض جمع نہیں ہو سکتے: (خطبات حصہ نہم صفحہ ۱۵۶-۱۵۷)

(۴) حضرت عمر فاروقؓ کے فضائل میں فرمایا (۱) سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اے بیٹے خطاب کے! اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تمہیں کبھی راستہ میں شیطان نہیں ملتا مگر تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چل نکلتا ہے (اخرجہ البخاری والمسلم ۔ ایضاً خطبات صفحہ ۱۶۱)

(۵) حضرت شیخ التفسیر کا وہ مضمون جو آپ نے شعبان ۱۳۵۵ھ میں

جامعہ ملیہ دھلی میں زیر صدارت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی پڑھا تھا۔ انجمن خدام الدین کے مطبوعہ مجموعہ رسائل میں "مقصد قرآن" کے نام سے شامل ہے۔ اس میں آپ نے سلطنت اسلامی کی وسعت کے تحت سورۃ النور کی آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآیۃ سے استشہاد کیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ لکھا ہے:۔ "جو تم میں سے ایمان لائینگے اور عمل صالح کرینگے ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں بادشاہت کا وعدہ فرمایا، جس طرح پہلوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی عطا کی تھی"۔

اس آیت کے تحت حضرت فرماتے ہیں:۔ چنانچہ عرب ایسے غیر مہذب غیر متمدن۔ امور سلطنت سے نا آشنا جنہیں متمدن حکومتیں اپنے حلقہ اثر میں لینا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے ہی ایک صدی کے اندر اتنے بڑے طاقتور بن گئے کہ دنیا میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ایشیا کا بڑا حصہ اور متمدن یورپ کا معتد بہ حصہ ان کے زیر نگیں تھا۔ بنی امیہ کی سلطنت ایشیا میں عرب۔ عراق۔ افغانستان اور ہندوستان میں ملتان تک وسیع ہوگئی تھی۔ افریقہ میں مصر، طرابلس تونس۔ الجزائر اور مراکش ان کے زیر نگیں تھا۔ اقصائے یوروپ یعنی اندلس میں حکمرانی کر رہے تھے۔ الخ (مقصد قرآن صفحہ ۲۰-۲۱)

(۶) اسی آیت استخلاف کی تفسیر میں شیخ التفسیرؒ نے اپنے ترجمہ قرآن

کے حاشیہ پر موضح القرآن سے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدثؒ دہلوی کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :۔ خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو جو ان میں نیک ہیں۔ پیچھے انکو حکومت دیگا اور جو دین پسند ہے ان کے ہاتھ سے قائم کریگا اور وہ بندگی کریں گے بغیر شرک۔ یہ چاروں خلیفوں سے ہوا۔ پہلے خلیفوں سے اور زیادہ۔ پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے انکو بے حکم فرمایا۔ جو کوئی ان کی خلافت سے منکر ہوا اس کا حال سمجھا گیا :

(۷) ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "تجدید و احیائے دین" میں حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے :۔ دور جاہلیت کا حملہ ——— مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان رضؓ جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش رؤوں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنا سر دیکر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا :

اس کے جواب میں حضرت شیخ التفسیر لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب کی سابقہ تحریر میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ پہلی۔ حضرت عثمان رضؓ رضی اللہ عنہ نظام خلافت کے سنبھالنے کے قابل نہیں تھے یعنی نعوذ باللہ نالائق

تھے۔ دوسری یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جاہلیت (مودودی صاحب کی اصطلاح میں جاہلیت سے مراد کفر ہوتی ہے) کو اسلام میں گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ کیا یہ اُس خلافت عثمانیہ کی توہین نہیں ہے۔ جس کی تعریف کئی حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپ سُن چکے ہیں۔" (حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب، ص ۲۵/۲۶) اس کے بعد حضرت نے "عین اسلام اور اصلی اسلام" کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:۔ مودودی صاحب اور ان کے متبعین سے انصاف کی اپیل کرتا ہوں۔ کیا آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے کہ:۔ "جو چیز ہم لے کر اُٹھے ہیں وہ عین اسلام اور اصلی اسلام ہے"۔ کیا یہی عین اسلام اور اصلی اسلام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخصیت کی تعریف کریں آپ اس کی توہین کریں اور جس خلافت کے دور کو حضور انور دورِ خلافت اور رحمت فرمائیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ اس خلافت اور رحمت کے دَور میں اسلام میں کفر داخل ہو گیا تھا۔ کیا آپ کے اس بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بلکہ تکذیب نہیں ہے کہ جس دَور کی آپ تعریف فرما رہے ہیں اس دور میں اسلام میں کفر مل گیا تھا الخ (ایضاً ص ۳۶/۳۷)۔

حضرت لاہوریؒ نے مودودی صاحب کی مندرجہ عبارت پر جو سخت گرفت فرمائی ہے وہ کتاب و سنّت کی نصوص کی روشنی

میں بالکل حق ہے اور غالباً حضرتؒ نے خداداد بصیرت کے ذریعہ مودودی کی اس مختصر عبارت میں اس کی وہ تفصیل بھی دیکھ لی تھی جو حضرت کی وفات کے بعد مودودی صاحب نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت (مطبوعہ اکتوبر ۱۹۶۶ء) میں حضرت عثمان رضؓ کے دور خلافت راشدہ پر معاندانہ تنقید کرتے ہوئے بیسیوں صفحات میں درج کی ہے اور جس میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑی دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ نے آیلہ سے سرحد روم تک اور الجزیرۃ سے ساحل بحر ابیض تک کا پورا علاقہ ان کی ولایت میں جمع کرکے اپنے پورے زمانہ خلافت (۱۲) سال میں ان کو اسی صوبے پر برقرار رکھا؛

دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی: (خلافت وملوکیت طبع اوّل ص۱۱۵)۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نے مودودی وساوس کا جواب انکی کتاب

"تجدید و احیائے دین" کی عبارت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشادات کے تحت کافی و شافی دیا ہے۔ چنانچہ بعنوان "حضرت عثمان کا زمانہ خلافت" فرماتے ہیں: ۔ سفینہؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا۔ خلافت تیس ۳۰ سال تک رہے گی ۔ اس کے بعد بادشاہی ہو جائیگی ۔ پھر سفینہؓ نے کہا۔ ابوبکرؓ کی خلافت کے دو سال شمار کرو اور عمرؓ کی خلافت کے دس سال تک اور عثمانؓ کی بارہ سال تک اور علیؓ کی خلافت چھ سال تک" ۔ (اسے احمد۔ ترمذی ابوداؤد نے روایت کیا ہے)۔

حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا زمانہ تیس ۳۰ سال فرمایا ہے۔ اسی زمانہ کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آجاتا ہے۔

(۲) ابوعبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ (دین کا) معاملہ نبوت اور رحمت کی صورت میں شروع ہوا ہے۔ پھر خلافت اور رحمت ہو جائیگا۔ پھر اس کے بعد تشدد پسند بادشاہی ہو جائیگی الخ۔ ملخصاً رواہ البیہقی فی شعب الایمان) حاصل یہ نکلا کہ رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نبوت اور رحمت کا تھا اور خلفائے راشدین کا زمانہ خلافت اور رحمت کا تھا۔ اسی

خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خلافت اور رحمت کا زمانہ فرماتے ہیں الخ۔ حضرت شیخ التفسیر کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت اور رحمت کے بعد یعنی دور رسالت کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا اور دوسری حدیث میں ہے۔ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ یعنی میرے بعد خاص خلافت تیس (۳۰) سال رہیگی اور حضرت عثمان رضؓ کا زمانہ خلافت انہی تیس (۳۰) سالوں کے اندر آجاتا ہے تو پھر حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جاہلیت (خلاف اسلام) کے داخل ہونے کا مودودی نظریہ صاف طور پر ارشاد رسالت کے خلاف ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ

(۱) مودودی جماعت کی طرف سے بانی جماعت کے دفاع میں کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحب کا یہ لکھنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا کہ: حضرت عثمانؓ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں: کیونکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں حضرت عثمانؓ سے افضل ہیں: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت عثمانؓ سے یہ دونوں خلیفہ افضل ہیں۔ لیکن اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں خلافت کا بوجھ پوری طرح سنبھالنے کی قابلیت نہ رکھتے ہوں۔ جبکہ خود

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین رضہ کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا :- ومن یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ (مشکوٰۃ شریف) اور تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا تو وہ زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تو ان حالات میں تم پر میرے طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کی پیروی لازم ہے اس کو بہت مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے"

تو جب خلفائے راشدین کی اتباع حضور نے لازم کردی ہے اختلاف و انتشار کے زمانہ میں اور حضرت عثمان ذوالنورین رضہ بھی یقیناً ان خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ تو اسکے باوجود اگر مودودی صاحب کا یہ نظریہ صحیح ہو کہ حضرت عثمان رضہ کے دور خلافت میں جاہلیت اور ملوکیت داخل ہو گئی تھی تو جاہلیت اور ملوکیت کے طریقہ کی پیروی کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر دے سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ حضرت عثمان رضہ کا طریقہ خلافت بھی ملوکیت اور جاہلیت سے بالکل پاک تھا۔ اور پہلے دونوں حضرات کی طرح ان کی سنت (طریقے) کی پیروی بھی لازم ہے اسی بنا پر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

قوانین ریاست اور آئین سیاست جو خلیفہ راشد سے ظاہر ہوتے ہیں سنت نبویہ کا حکم رکھتے ہیں پس خلفائے عظام کا طریقہ بمنزل سنن انبیائے کرام کے ہے . . . . فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء

الراشدین المھدیین الخ (منصب امامت مترجم اردو صنہ۹) اور حدیث فعلیکم بِسُنّتی وَسُنّۃِ الْخُلفاءِ الراشدین۔ خود حضرت شیخ التفسیر نے بھی "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کا سباب صنہ۲۲" پر نقل فرمائی ہے۔

(۲) بعض لوگ مذکورہ تیس سالہ خلافت کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کیا صحیح اسلامی حکومت صرف تیس سال کے لئے تھی اور بعد میں ساری حکومتیں غیر اسلامی ہی رہینگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تیس سالہ خلافت جس کو علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے دراصل وہ خاص خلافت ہے جس کا وعدہ قرآن مجید کی آیت استخلاف میں کیا گیا ہے اور یہ موعودہ خلافت سورۃ الحج کی آیت تمکین اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ کے تحت صرف ان مہاجرین صحابہ کے لئے ہے جن کو قریش مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بطور پیشگوئی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان مہاجرین صحابہ کو ہم زمین (ملک) میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں۔

اسی بنا پر مہاجرین صحابہ کرام میں سے خلافت نبوت صرف خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ آیت تمکین اور سورۃ النور

کی آیت استخلاف اس بارے میں نص ہیں کہ یہ چاروں خلفاء رضی اپنے اپنے دورِ خلافت میں خلیفہ راشد تھے اور گو ان میں باہمی فضیلت حسب ترتیب خلافت ہی پائی جاتی ہے لیکن اپنے زمانہ میں وہ خلافت کے پورے اہل تھے اور خلافت کا بار مکمل طور پر اٹھانے کی قابلیت رکھتے تھے کیونکہ ان حضرات کا انتخاب حسبِ وعدہ خود اللہ تعالٰے نے کیا ہے۔ اب انکی اہلیت اور قابلیت پر اعتراض کرنا ان پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر اعتراض ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس خلافت راشدہ موعودہ کا مصداق نہیں بن سکتے البتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد آپ اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ میں خلیفہ برحق ہیں۔ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ سے ان کا اختلاف اجتہادی ہے جس کی نوبت قتال باہمی تک پہنچ گئی تھی۔ اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ راشد کی مخالفت انہوں نے اور روئے اجتہاد نیک نیتی سے کی ہے اس لئے ان کی اس خطا کو خطائے اجتہادی قرار دیا جائیگا لیکن بحیثیت جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہونے کے ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ روافض کرتے ہیں یا مودودی صاحب نے تنقید کے نام پر ان کو ہدف ملامت بنایا ہے چنانچہ "خلافت وملوکیت میں لکھا ہے کہ:۔

(۱) مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ

وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی (خلافت وملوکیت طبع اول ص۱۷۴)

(ب) زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی الخ (ایضاً ص۱۷۵)۔

اس کے علاوہ بھی مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسے الفاظ لکھے ہیں جو روافض ہی لکھ سکتے ہیں حالانکہ علمائے حق کے نزدیک سوائے اجتہادی خطا کی نسبت کے کسی طرح بھی تنقیص وتوہین کے الفاظ نہ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے جائز ہیں اور نہ کسی اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ قال امام عصرہ ابو زرعة الرازی من اجل شیوخ الاسلام اذا رأیت الرجل ینتقص احد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعلم انہ زندیق الخ۔ ترجمہ:۔ اجل شیوخ اسلام امام عصر ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ جب تم کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن حق ہے۔ رسول حق ہیں اور جو آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور یہ سب کچھ ہمیں صحابہؓ سے ہی پہنچا ہے۔ اب ان پر جو جرح کرتا ہے تو وہ گویا کتاب اور سنت کو رد کرتا ہے۔ لہٰذا جرح اسی پر زیادہ موزون

اور اس پر زندیق گمراہ اور جھوٹا اور معاند ہونے کا حکم لگایا جائیگا۔ فرمایا
سہل بن عبد اللہ تستریؒ نے جن کا علم۔ زہد۔ معرفت اور جلالتِ شان
محتاج تعارف نہیں کہ جس کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
خوش عقیدگی نہ ہو وہ گویا رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ عبد اللہ بن مبارک
سے پوچھا گیا اور آپ کی ذات بھی علم وجلالت شان میں محتاج بیان نہیں
کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیزؒ۔ آپ نے کہا کہ وہ غبار جو حضرت
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا جبکہ وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے بہتر ہے عمر بن عبد العزیز سے
گویا آپ نے اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ صحبت اور آپ کی رویت (یعنی زیارت) کا مقابلہ
کوئی چیز بھی نہیں کرسکتی (تائید اہل سُنّت ترجمہ رسالہ ردّ روافض حضرت
مجدد الف ثانی مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان ایم اے ایل ایل بی پی ایچ
ڈی صدرِ شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد مطبوعہ استنبول (ترکی)

پاکستان میں خارجیت کا ظہور

پرانے فتنے نئے نئے روپ میں ظاہر ہورہے ہیں۔ چنانچہ
خارجیت کا فتنہ پاکستان میں اہلِ سنّت والجماعت کے عنوان پر پھیل
رہا ہے۔ اس فتنہ کی ابتدا تو یہاں محمود احمد عباسی کی کتاب "خلافت
معاویہؓ و یزید" سے ہوئی ہے لیکن سُنّی صحیح ذہن کے فقدان کی وجہ
سے کئی اہل علم بھی اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں اور گو اس جدید

خارجیت کو قبول کرنے کا باعث روافض کا شدید غلو و فساد بھی ہے لیکن مسلکِ حق سے ہٹ جانا خواہ کسی وجہ سے ہی ہو خود ضلالت زندیقیت ہے نہ کہ راست روی وحقانیت۔ محمود احمد عباسی کی تصانیف سے یہ واضح ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی تنقیص اور حضرت امیر معاویہؓ کی برتری کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو اسلام کا ہیرو منوانے کی کوشش کی ہے مثلاً :-

(۱) خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق لکھا ہے کہ :- دشمنانِ دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب وحصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔ شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی فرماتے ہیں :-
مقاتلات وی (علیؓ) رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت اسلام (ازالۃ الخفا جلد اول صفحہ ۲۷۸ سطر ۲۰) ترجمہ :- "علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں (مقاتلات) تو بعد (شہادت عثمانؓ) اپنی خلافت کی طلب و حصول کے لئے تھیں نہ باغراض اسلام۔" (خلافت معاویہؓ و یزید ص۵)

اور پھر اس کے بعد اپنے نظریہ کی تائید میں ایک مستشرق کی یہ عبارت پیش کی ہے :- "حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ (حضرت) علیؓ کو (خلیفہ شہید) کی جانشینی کا استحقاق واقعتاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ توان کے (طلب خلافت) میں کارفرما نہ تھا بلکہ حصول اقتدار و حُبِ جاہ کی ترغیب تھی۔ اس لئے معاملہ فہم

لوگوں نے اگرچہ وہ حضرت عثمانؓ کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے مگر علیؓ کو انکا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن ج ۵ صفحہ ۲)

اس مستشرق کی مندرجہ عبارت پیش کرنے کے بعد کوئی اہل عقل و ہوش انسان اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ عباسی صاحب حضرت علی المرتضیٰؓ کو مخلص صحابی بھی ماننے کے لئے تیار نہیں چہ جائیکہ خلیفہ راشد مان لیں۔

(ب) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت کا مفہوم بھی خود ساختہ پیش کیا ہے تاکہ یہ فریب دیا جائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی حضرت علیؓ کو اسلام کے لئے مخلص نہیں مانتے۔ العیاذ باللہ۔

حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ نے یہ عبارت اس بحث میں لکھی ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت قُلْ لِلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم صفحہ ۳۹۶)

اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں جن دعوت دینے والوں کے متعلق پیشگوئی ہے

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان اعراب کو قتال کے لئے دعوت دینا حسب آیت لَن تُقَاتِلُوا مَعِیَ عَدُوًّا ممنوع فرما دیا تھا ـــــــ اور یہ مقصد کہ سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑائی ہوگی اور اس میں ان اعراب کو دعوت قتال دی جائیگی۔ روم و فارس کے سوا اوروں میں نہیں پائے گئے۔

ونہ مرتضیٰ زیراکہ مقاتلات وے رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت اسلام وَ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ دلالت می کند بآنکہ آں دعوت کفار است بجہت اسلام وبنوامیہ وبنوعباس دعوت نکردند بقتال کفار کما ھو معلوم من التاریخ قطعاً الخ۔

(ترجمہ) اور نہ وہ داعی حضرت مرتضیٰؓ تھے کیونکہ آپ کے مقاتلات طلب خلافت کے لئے ہوئے جہت اسلام سے نہیں اور تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ قتال کفار کے ساتھ اسلام کیطرف دعوت کے لئے ہوگا۔ اور بنو امیہ اور بنو عباس نے اعراب حجاز کو کفار سے قتال کے لئے کبھی دعوت نہیں دی یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور صدیق اکبرؓ کی دعوت اہل شام وعراق سے قتال کے لئے تھی اور حضرت فاروقؓ کی دعوت بھی عراق اور شام اور مصر سے قتال کے لئے تھی اور ذی النورینؓ کی دعوت اہل خراسان و افریقہ و مغرب سے قتال کے لئے واقع ہوئی جیسا کہ تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے تو ان کی دعوت کی تعمیل کرنا واجب تھا اور یہ صفت

خلیفہ برحق کی ہے اور جب ان کی حقیقت روم وعجم سے جہاد کے لئے دعوت دینے میں ظاہر ہوگئی تو ان کے تمام احکام واجب الامتثال ہونگے الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم صفحہ ۲۹)

اس مفصل عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی مذکورہ آیت کی پیشگوئی کا مصداق حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی خلافت کو قرار دے رہے ہیں کیونکہ ان کے دورِ خلافت میں ہی روم وفارس سے قتال ہوا اور اس کے لئے اعراب حجاز کو دعوت دی گئی تھی۔ اس قسم کا قتال و دعوت حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ خلافت میں نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ نے کسی غیر مسلم قوم سے لڑائی نہیں کی اور نہ اس کے لئے اعراب حجاز کو دعوت دی ہے۔ یہ مطلب ہے بجہت اسلام قتال نہ کرنے کا۔ بلکہ آپ کا قتال ان لوگوں سے ہوا ہے جو اسلام کے قائل (مسلمان) تھے اور ان سے قتال کا مقصد اپنی خلافت حقہ منوانے ہی کے لئے ہو سکتا تھا۔ لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت اسلام کے لئے نہ تھی۔ یا کیا محمود احمد صاحب عباسی یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ بھی اپنے مخالفین حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت کو غیر مسلم قرار دے کر قتال کرتے۔ العیاذ باللہ۔

اور اس کے بعد آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ (سورۃ المائدہ) " اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر

جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئیگا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو گی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گی الخ۔ اس آیت کے تحت حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

و این آیت دلالت می کند بر آنکہ جماعت محبوبین کاملین مرضیین جہاد خواہند کرد با مرتدین و این معنی در زمان شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نہ شد زیرا کہ اسود عنسی خروج نہ کردہ بود و آنجناب بسوئے وی لشکرے رواں نہ کردہ۔ و نہ در ایام حضرت مرتضیٰ رضؓ زیرا کہ قتال ایشاں با بُغاۃ یا خوارج اتفاق افتاد نہ مرتدین و خلفائے بنی عباس و بنی امیہ نیز با ہیچ یکے از مرتدین بطریق فوج کشی قتال نکردند الخ۔

(ترجمہ) " اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ محبوبین کاملین کی جماعت جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے مرتدین کے ساتھ جہاد کرینگے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسود عنسی نے خروج نہیں کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف لشکر روانہ نہیں کیا تھا اور نہ حضرت مرتضیٰ رضؓ کے زمانہ میں کیونکہ ان کو قتال کا اتفاق باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ ہوا ہے نہ کہ مرتدین کے ساتھ۔ اور خلفائے بنی عباس و بنی امیہ نے بھی مرتدین کی کسی جماعت سے بطریق فوج کشی قتال نہیں کیا اور فحوائے آیت سے لوگوں کا جمع ہونا اور قتال کا قائم ہونا مفہوم ہو رہا

ہے تو متعین ہو گیا کہ جن لوگوں کا وصف اس آیت میں مذکور ہے وہ صدیقؓ اور فاروقؓ اور ان کے لشکر تھے اور عرف عام میں قتال منسوب ہوتا ہے خلیفہ کی طرف اگرچہ وہ موقع جنگ میں موجود نہ ہو الخ تو کیا اس تفصیل کے بعد بھی کوئی اہل علم و دیانت شخص حضرت شاہ صاحب کی مندرجہ عبارتوں سے وہ مطلب نکال سکتا ہے جو عباسی صاحب پیش کر رہے ہیں۔ دراصل حضرت شاہ صاحب حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی خلافت حقہ ان آیات سے ثابت کر رہے ہیں اور اگر ان آیات کا مصداق حضرات شیخین کی خلافت کو نہ قرار دیا جائے تو پھر یہ آیتیں صحیح ہی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس قسم کی لڑائیوں کا مصداق نہ حضورؐ کا زمانہ ہو سکتا ہے اور نہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا اور نہ ہی بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کا۔ تو کیا عباسی صاحب اور ان کے مقلدین اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتال بھی اسلام کے لئے نہیں تھا؟ اور کیا وہ بنی امیہ کے لئے بھی یہ بات تسلیم کر لیں گے کہ ان کی حکومتیں بجہت اسلام نہ تھیں؟ —— (ب) حضرت شاہ صاحب دہلوی کی مندرجہ عبارت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف قتال کرنیوالوں کو باغی قرار دیتے ہیں۔ تو کیا عباسی صاحب اور ان کے متبعین حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت شاہ صاحب دہلوی کی تصریح کے تحت باغی ماننے کا نظریہ قبول کرتے ہیں؟ اور یہاں سے کسی

کو حضرت معاویہ رض سے بدظنی نہ پیدا ہونی چاہیے کیونکہ حضرت معاویہ رض مجتہد تھے آپ نے جو کچھ کیا نیک نیتی سے اور از روئے اجتہاد کیا۔ چنانچہ خود حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے خلیفہ کے خلاف خروج کرنے کی تین صورتوں میں سے آخری صورت یہ لکھی ہے کہ:۔

دین قائم کرنے کی غرض سے لوگ بغاوت کریں اور خلیفہ (کی حقیقت) اور اسکے احکام (کے وجوب اطاعت) میں شبہ بیان کریں۔ پس اگر (باغیوں کی) یہ تاویل قطعی البطلان ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدوں کی اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کی تاویل (ناقابل اعتبار تھی) اور تاویل کے قطعی البطلان ہونے کے یہ معنی ہیں کہ (یہ تاویل) نص قرآنی یا سنت مشہورہ یا اجماع یا قیاس جلی کے مخالف ہو۔ اور اگر وہ تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہوگا مگر قرن اوّل میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ لیکن جبکہ (خلیفہ وقت سے) بغاوت کرنے کی ممانعت کی حدیثیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں مستفیض ہیں شائع ہوگئیں اور امت کا اجماع اس پر منعقد ہوگیا تو اب (اگر کوئی بغاوت کرے تو اس) باغی کے عاصی ہونے کا ہم حکم دیتے ہیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول صہ ۳۲)

اور حضرت علی مرتضیٰ رض کی خلافت کو تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث خلافت راشدہ

ہی قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) اثبات خلافت عامہ برائے خلفائے اربعہ از اجلیٰ بدیہات است (خلفائے اربعہؓ کے لئے خلافت عامہ کا ثابت ہونا اجلیٰ بدیہات سے ہے (ایضاً صک۳۲) یعنی ظاہر باہر ہے جس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔

(۲) نیز حضرت شاہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں :-

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت و خلافت رحمت ہوگی۔ اور اس کے بعد ملک عضوض (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو آنحضرت کی وفات کے متصل واقع ہوئی وہ خلفائے اربعہ کی خلافت تھی تو ان کی خلافت خلافت نبوت و رحمت ہوئی اور اگر ان خلفاء کی سیرت انبیاء کی سیرت کے مشابہ نہ ہوتی یا انہوں نے غصب سے خلافت کو لیا ہوتا تو خلافت نبوت و رحمت نہ ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں یہ علم عطا فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس سال ہے اور سفینہؓ نے اس کی تفسیر خلفائے اربعہؓ کی خلافت سے کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ مطلق ریاست کی میعاد تو تیس سال نہیں ہے تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے متصف تھے جو ملک عضوض سے مغائرت رکھتی تھی۔ پس یہ خلافت ممدوح تھی اور جو خلافت کہ غصب وجور کی ہوتی ہے وہ

ممدوح نہیں ہوتی۔ الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص۲۰۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے تحت حضرت شاہ صاحب دہلویؒ نے جو تفصیل فرمائی ہے اور تیس سالہ خاص خلافت میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو شامل کیا ہے تو کیا اس کے بعد بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو خلافت نبوت اور خلافت رحمت نہ تسلیم کرنیکی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اور یہاں حضرت شاہ صاحب نے حضرت سفینہ صحابیؓ کے جس ارشاد کا ذکر کیا ہے وہ وہی ہے جو شیخ التفسیر حضرت اعلیٰ لاہوریؒ کی کتاب "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" کے حوالہ سے سابقہ صفحات میں مذکور ہو چکا ہے۔

ستم ظریفی

سواد اعظم اہل السنت والجماعت کے نزدیک تو حضرت علی المرتضیٰؓ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور پہلے خلفائے ثلثہ کے بعد سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے باقی تمام اولاد آدم سے افضل ہیں لیکن محمود احمد عباسی صاحب کے ایک مقلد ابو یزید بٹ نے لکھا ہے کہ:۔ یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزید کی خلافت سیدنا علی رضؓ کی خلافت سے بوجہ خانہ جنگی کے بدرجہا اولیٰ اور اتفاق کی حامل تھی (رشید بن رشید ص۲۳)۔

(۲) اور محمود احمد عباسی کی ایک اور تحقیق بھی ملاحظہ فرمایئے چنانچہ:

لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے بیٹوں اور عزیزوں کے بارے میں تو الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے زمانے میں آپ لوگ مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ان کے صاحبزادے اور چچیرے بھائی کے منہ سے ملتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی کہ ان کے عزیز قریب ان کا مدینہ میں رہنا اس نازک وقت میں مناسب نہ سمجھتے تھے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کہ وہ قتل کی سازش میں شریک تھے کوئی ثبوت نہیں ہے۔" (تحقیق مزید بسلسلہ خلافت معاویہ و یزید ص۲۸ طبع اول)۔

کتنا بڑا جھوٹ ہے یہ قول کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے بدظن کرنے کے لئے عباسی صاحب کس قسم کی الزام تراشیاں کرتے ہیں۔

(ب) اگر ان حضرات کی باہمی مخالفت اس قدر نمایاں تھی تو پھر تو یہ احتمال مخالف نکال سکتا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے العیاذ باللہ۔ اور جو یہاں عباسی صاحب کر رہے ہیں۔ یہی بات تو روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عثمانؓ کے مخالف تھے نہ کہ موافق۔ اور آپ کی

خلافت کو بھی خلافت شیخین (حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ) کی طرح از روئے تقیہ مانا تھا نہ کہ رضا و رغبت سے"۔

(۳) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی عباسی صاحب نے ایک عیسائی مورخ کا قول پیش کیا ہے کہ:۔ "حسین کے دور اندیش دوستوں نے لاکھ منت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر نا عاقبت اندیشانہ اپنے آپ کو جوکھم میں نہ ڈالیں۔ مگر حضرت حسین نے حُبّ جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے اور جن کی تعداد جیسا کہ شوخی سے کہتے تھے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی"۔ (خلافت معاویہؓ و یزید صفحہ ۱۹۲)

لیکن سواد اعظم اہل السنت والجماعت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کو نیک نیت اور مخلص مانتے ہیں جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہے اور حضرت امام حسینؓ تو حضرت امام حسنؓ کی طرح جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ (مشکوٰۃ شریف) اور حضرت علی المرتضیٰ ہوں یا حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت حسینؓ ہوں یا حضرت حسنؓ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں ان حضرات کی محبت ایمان کا جزو ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ حُسَینٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا۔ حُسَینٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔ رواہ الترمذی۔

حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ میری بیٹی کی اولاد میں سے ہیں۔"

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ دونو کے متعلق فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا وَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا رواہ الترمذی۔ (اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں اور تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے)۔

(۳) عن انسؓ قال سُئِلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ اَھلِ بیتک اَحَبُّ الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ اُدعی لِیَ ابنَیَّ فیشمھما ویضمھما الیہ ۔ رواہ الترمذی۔

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت (گھر والوں) میں سے کون سب سے زیادہ پیارا ہے تو فرمایا۔ حسنؓ اور حسینؓ۔ اور حضورؐ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلا لو پھر آپ پیار سے ان دونوں کو سونگھتے اور گلے سے لگاتے"۔ تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں نواسے اتنے پیارے ہیں تو اہل ایمان کو کیوں پیارے نہ ہونگے۔ اور جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ جو شخص ان دونوں سے محبت

رکھتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ تو پھر کون مومن ایسا ہو سکتا ہے
جو ان دونوں کی محبت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا خواہشمند نہ ہو

حُبِّ اہلبیت اور اکابر کے ارشادات

(۱) شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے کچھ شہزادیاں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوادیں اور فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں ہی کے لائق ہیں (مجلس ذکر حصہ سوم صفحہ ۱۰۲ مورخہ ۷ ارمئی ۱۹۵۶ء)

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِبْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا)۔ اور دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا:۔ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ (اہل جنت کے جوانوں کے سردار امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسکی وجہ سے صاحبزادوں کو سید کہا جانے لگا پھر ان کی اولاد کو بھی یہی لقب دیا گیا۔ جیسے قاضی کی اولاد کو قاضی اور راجاؤں کی اولاد کو راجہ ۔۔۔۔ کہا جاتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے

چھوٹی صاحبزادی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ماں باپ کو چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی جتنی کہ اور صاحبزادیوں سے نہ تھی آپ نے فرمایا ہے کہ فاطمة بضعة منّي يريبني ما آرابها و يؤذيني ما اذاها (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور جو چیز اس کو ستاتی ہے مجھ کو بھی ستاتی ہے۔ ——————
مسلمان ہمیشہ اسی بنا پر حضرت فاطمہ رض کی اولاد سے محبت کرتے رہے اور احترام کی نظر سے دیکھتے رہے الخ (ملفوظات شیخ الاسلام مرتبہ مولانا ابوالحسن بنگالی صنہ ۱۴۰)۔

(۳) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-
عدم محبت اہل بیت خروج است و تبری از اصحاب رفض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن —— محبت اہل بیت جزو ایمان است —— محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است۔ (یعنی جو شخص اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا وہ خارجی ہے اور جو صحابہ کرام رض سے بیزاری اور مخالفت رکھتا ہے وہ رافضی ہے اور جو محبت اہل بیت کے ساتھ تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کرتا ہے وہ سنی ہے —— اہل بیت کی محبت ایمان کا جزو ہے —— محبت اہل بیت اہل سنت کا سرمایہ ہے الخ۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد دوم صد ۵۲)۔

(ب) نیز حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ :۔

محبت امیر رفض نیست تبری از خلفائے ثلثہ رفض است (یعنی حضرت امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنیکا نام رفض وشیعیت نہیں ہے بلکہ خلفائے ثلثہ سے بیزاری اور عناد رکھنا ہی رافضیت اور شیعیت ہے۔" (ایضاً صد ۵۲)۔

حضرت مجددؒ صاحب کے متعلق حضرت لاہوریؒ کی عقیدت یہ ہے کہ فرمایا :

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ہر کافر فرنگ۔ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھے۔ ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ ان کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا جو دین کو زندہ کریگا۔ ان کے مجدد ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ (مجلس ذکر حصہ ہفتم صد ۱۳۶ مورخہ ۲۳ راگست سنہ ۱۹۵۷ء)

(۴) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ فرماتے ہیں :۔ اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم وچراغ ہیں۔ ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اور حُبّ اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں۔ دونوں کی سے کام چلے ہے۔ جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی اڑ نہیں سکتا۔ ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پروں

کے سہارے کے موجب فوز مقصود جس کی طرف اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یا فَاز فَوْزًا عَظِيْمًا وغیرہ میں اشارہ ہے ، نہیں ہو سکتا الخ (ہدیۃ الشیعہ صد ۲۲۴ طبع جدید)۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب کی آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو فرمایا گیا ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کو اہل بیت قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک آیت میں اہل البیت کا خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے لئے ہے لیکن صحیح مسلم اور ترمذی شریف سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ ۔ حضرت فاطمہؓ ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی چادر میں لے کر یہ دعا کی تھی کہ :۔ اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ الخ —— اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے الخ ۔ تو جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات کو خصوصیت کے ساتھ اپنی رحمت کی چادر میں لے کر اپنی دعا میں ان کو اہل بیت فرمایا ہے تو ہم اہل سنت ارشاد رسالت کے تحت کیوں نہ ان حضرات کو اہل بیت کہیں ۔ آیت میں چونکہ حضور کی بیویوں کے بارے میں وَيُطَهِّرَكُمْ

تطہیراً فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اہل السنت والجماعت ازواج رضؓ کے ساتھ مطہرات کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور چونکہ حدیث کے الفاظ میں مذکورہ چاروں رضؓ حضرات کو بھی اہل بیت فرمایا گیا ہے اس لئے ان کو عموماً اہل بیت سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے مفہوم میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

باقی رہیں ازواج مطہرات جو امہات مومنین یعنی سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان کی نسبت جو کچھ حضرات شیعہ ثنا خواں ہیں سب ہی جانتے ہیں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں۔ کیونکہ اول تو اہل بیت کے معنی بعینہٖ اہل خانہ ہے۔ اتنی بات تو اگو کچھ نہ جانتے ہوں) مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہونگے (یہ وہ شیعہ مولوی ہیں جن کے سوالات کا جواب حضرت نانوتویؒ دے رہے ہیں) دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو ازواج مطہرات رضؓ ہی کی شان میں وارد ہوا ہے۔ گو حضرت علی رضؓ اور حضرت زہراء رضؓ اور حضرات حسنین رضؓ بھی بوجہ عموم لفظ یا بہ سبب التماس حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت ہونے کی فضیلت میں داخل ہو گئے ہیں الخ (ایضاً ۲۶۶/۲۶۷)

نیز فرماتے ہیں کہ:۔اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے جو ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو۔ الخ (ایضاً ص۲۲۸) م۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک شیعہ مجتہد کو جواب دے رہے ہیں اس لئے اہل بیت کے مفہوم کے سلسلہ میں ان پر الزام رکھدیا ہے لیکن یہ بھی امر واقع ہے کہ عباسی پارٹی بھی مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف اہل بیت صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ وغیرہ مذکورہ حضرات کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ محمود احمد عباسی نے ان احادیث کو وضعی (من گھڑت) قرار دیا ہے جن سے ان حضرات کا بھی اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

سیاسی اغراض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قرابتداروں کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لئے حدیثیں وضع ہوئیں الخ (خلافت معاویہؓ و یزید عرض مؤلف طبع سوم ص۳۵)۔

عباسی صاحب کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے بارے میں ان کا نظریہ بھی مسٹر غلام احمد پرویز کا سا ہے کہ جو حدیث وہ اپنے مشن کے خلاف پاتے ہیں۔ اس کو بلا تامل وضعی اور من گھڑت قرار دے دیتے ہیں۔ خواہ سارے محدثین امت اس کو صحیح قرار دیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفاء کی عبارت کا مطلب بیان کرنے میں جس طرح عباسی صاحب نے مہارت دکھائی ہے (جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے) حالانکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے وہاں بعض قرآنی آیات کی تشریح فرما کر اس کا مصداق متعین کیا ہے اس

سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاریخی واقعات کے نقل کرنے اور ان کے مطالب بیان کرنے میں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اور اس جدید خارجی فتنہ کے اثرات سے بعض علماء بھی محفوظ نہیں رہے اور حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ کے اختلاف و نزاع میں وہ بھی محققین اہل سنت کے مسلک اعتدال سے ہٹ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مصنف عالم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت میں اتنا غلو ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے کو بھی برداشت نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

(۱) حضرت معاویہؓ کا یہ موقف تھا جس کی صحت میں شرعاً یا عقلاً کسی طرح کلام کی گنجائش نہیں۔ علمائے سلف ان کے موقف کو سمجھتے تھے لیکن بعد کے سطح بین متکلمین و مؤرخین نے ان کے اس موقف کو سمجھے بغیر اس اقدام کو ان کی خطائے اجتہادی سے تعبیر کر دیا۔ اس کی شہرت اتنی ہوئی کہ بعض علمائے محققین بھی اس مغالطہ میں مبتلا ہو گئے اور اسے خطائے اجتہادی کہنے لگے حالانکہ کسی دلیل شرعی یا عقلی سے ان کی غلطی ثابت نہیں ہوتی الخ (اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت جلد دوم ص۱۹۵)۔

---

(۲) یہاں اس دستوری نکتہ کی وضاحت لازم ہے جس کی طرف عام طور پر مؤرخین اور متاخرین فقہاء و متکلمین کا ذہن نہیں گیا کہ ان سب حضرات کا بیعت سے انکار خلافت مرتضوی تسلیم کرنے

سے انکار کے مترادف نہیں تھا۔ الخ (ایضاً حاشیہ ص۱۸۷)۔

(۳) محمود احمد عباسی کی طرح مصنف موصوف بھی حضرت علیؓ کی خلافت کو مستقل نہیں سمجھتے بلکہ ہنگامی اور عبوری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:۔

ان حالات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق تھے لیکن ان کی خلافت کی نوعیت ہنگامی (EMERGENCY) خلافت کی تھی۔ جس میں پورے عالم اسلامی کے نمائندے شریک نہ تھے اور انکی اکثریت نے اپنا حق رائے دہی استعمال نہیں کیا تھا۔ اس صورت میں شرعاً وعقلاً ہر طرح لازم تھا کہ مناسب حالات پیدا ہونے کے بعد استصواب رائے عامہ کیا جاتا الخ (ایضاً ص۱۸۰)

(۴) حضرت معاویہؓ کی رائے کو بہ نسبت حضرت علیؓ کی رائے کے زیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

دونوں حضرات کی رائے اپنی اپنی جگہ صحیح تھی اور ان کے درمیان صحیح وغلط یا خطاء وصواب کا تقابل نہ تھا۔ لیکن اگر اس وقت سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے واقعات اور سنی شیعی کردار سے استفسار کریں تو ان کا متفقہ جواب یہ ہوگا کہ حضرت علیؓ کی رائے صحیح ضرور تھی مگر حضرت معاویہؓ کی رائے اصح یعنی نسبتاً زیادہ صحیح تھی۔ (ص۲۰۲)

(۵) حقیقت یہ ہے کہ بظاہر واقعات کو دیکھنے کے بعد ہر شخص اس

نتیجہ پر پہنچیگا کہ حضرت معاویہ رضؓ کو معزول کرنے میں عجلت فرمانا حضرت علی رضؓ کی شرعی نہیں بلکہ سیاسی غلطی تھی لیکن اس سے نہ ان کی دینی عظمت میں فرق آتا ہے نہ ان کے مدبر ہونے پر کوئی حرف، وہ معصوم نہ تھے اگر ان سے ایک سیاسی غلطی ہوگئی تو نہ یہ لائق تعجب ہے نہ کوئی عیب الخ (ایضاً اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت جلد دوم صفحہ ۱۹۳)

عالم موصوف کی مندرجہ عبارات پر تبصرہ کرنیکی یہاں گنجائش نہیں ہے صرف اس لئے یہاں نقل کردی ہیں کہ حضرات علمائے اہل سنت اس جدید خارجی فتنہ کے اثرات کا جائزہ لیں اور ان سے مسلمانان اہل سنت والجماعت کو بچانے کی کوشش کریں۔

حسین رضؓ و یزید

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہیں۔ گزشتہ اوراق میں ان کی محبوبیت و عظمت کے متعلق بعض احادیث نقل کر دی گئی ہیں۔ یزید کے خلاف آپ نے جو اقدام کیا اس میں آپ حق پر تھے اور اپنے موقف پر استقامت کے نتیجہ میں آپ کو مقام شہادت نصیب ہوا ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ حضرت امام حسین رضؓ کی شہادت کے ثبوت اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے مفصل محققانہ مکتوب کا مطالعہ ضروری ہے اور امام حسین رضؓ اور یزید کے مسئلہ پر خود شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کا مکتوب مکتوبات شیخ الاسلام

جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں حضرت نانوتویؒ کے طویل مکتوب کے بھی اقتباسات درج فرما دیئے ہیں۔ اور حضرت نانوتویؒ کا یہ مفصل مکتوب گرامی حضرت کے مجموعۂ مکاتیب قاسم العلوم میں شائع ہو چکا ہے۔

(۲) گو محمود احمد عباسی اور اظہار حقیقت کے مصنف موصوف یزید کو صالح عادل خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور اس موقف کی تائید میں عباسی نے اپنی تصانیف میں مفصل بحث کی ہے۔ لیکن حضرات اکابر کا موقف ان سے بالکل جدا ہے۔ اور وہ یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں چنانچہ بطور نمونہ حسب ذیل عبارات قابل ملاحظہ ہیں:۔

(۱) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔ یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایان لعنت نیست الخ (المکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول صفحہ ۲۷۴ مکتوب نمبر ۲۴۹)۔

(ترجمہ) یزید بے نصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل السنت والجماعت کے ایک مقرر اصول کی بنا پر کیا جاتا ہے کہ جب تک کسی شخص کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے مثل ابولہب جہنمی اور اسکی عورت کے۔ اس وقت تک کسی معین شخص پر لعنت جائز نہیں ہے خواہ وہ کافر

جی ہو ۔ نہ اس وجہ سے توقف ہے کہ وہ لعنت کا مستحق نہیں ہے
(ایضاً جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶ صفحہ ۱۳۰)۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (جن کے متعلق شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ:
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جامعیت میں کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ علمائے کرام اور اولیائے عظام تو بڑے بڑے گذرے ہیں مگر جامعیت میں جو ان کا مرتبہ ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ مجلس ذکر حصہ ہشتم صفحہ ۱۰۵ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۰ء)۔
بارہ خلفاء والی پیشگوئی کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔ —— و یزید بن معاویہ خود ازیں میاں ساقط است بجہت عدم استقرار او مدت معتد بہا و سوء سیرت او۔ واللہ اعلم (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۲۴۱ ناشر حاجی فقیر محمد اینڈ سنز قصہ خوانی بازار پشاور)۔
(ترجمہ) اور یزید بن معاویہ ان کے درمیان سے ساقط ہے بوجہ اس کے کہ معتد بہ مدت تک اس کی سلطنت مضبوط نہیں ہوئی اور اس وجہ سے بھی کہ وہ بری سیرت رکھتا تھا۔ واللہ اعلم)۔
اور یزید کی سلطنت کے عدم استقرار کے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں
ولکنہ مات وابن الزبیر ومن بایعہ بمکۃ خارجون عن طاعتہ لم یتول علی جمیع بلاد المسلمین الخ منہاج السنۃ جلد دوم صفحہ ۲۳۹ مطبوعہ مصر)۔

لیکن یزید اس حالت میں مرا کہ (حضرت) ابن الزبیرؓ اور وہ لوگ جنہوں نے مکہ میں آپ کی بیعت کی تھی یزید کی بیعت سے باہر تھے اور مسلمانوں کے تمام شہروں پر اس کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی)۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے تحت حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث یزید کو دُعاۃ الضلال (گمراہی کی طرف بلانے والوں) میں شمار کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"اور گمراہی کی طرف بلانا۔ ان میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار وغیرہ ذلک الخ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو ص۱۲ از مولانا عبدالحقؒ حقانی)۔

(۳) محمود احمد عباسی اپنے نظریہ کی تائید میں علامہ ابن تیمیہؒ کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں حالانکہ علامہ مرحوم یزید کو ایک بادشاہ مانتے ہیں نہ کہ صالح خلیفہ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔ وخیر من الحجاج بن یوسف فانہ اظلم من یزید باتفاق الناس ومع ھذا فیقال غایۃ یزید وامثالہ من الملوک ان یکونوا فساقاً فلعنۃ الفاسق المعین لیست ماموراً بھا (منہاج السنۃ جلد دوم ص۲۵۱) یعنی یزید حجاج بن یوسف سے بہتر ہے کیونکہ وہ یزید سے زیادہ ظالم ہے اور اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہا جائے گا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یزید اور اس کی مثل دوسرے بادشاہ فاسق تھے۔ لیکن معین فاسق پر لعنت کرنیکا شریعت نے

حکم نہیں دیا الخ حجاج کو یزید سے زیادہ ظالم کہنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ گو یزید بھی ظالم تھا لیکن حجاج اس سے زیادہ تھا۔

(ب) اور حجاج کے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :- وکان الحسن البصری یقول ان الحجاج عذاب الله فلا تدفعوا عذاب الله بایدیکم ولکن علیکم بالاستکانۃ والتضرع (ایضاً ص۲۴۲) اور امام حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اس لئے تم اس کو اپنے ہاتھوں کے ذریعہ نہ ہٹاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عاجزی اور زاری کے ذریعہ اس عذاب کو ہٹاؤ۔

(ج) علامہ ابن تیمیہؒ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ :- واما مقتل الحسینؓ رضی الله عنه فلا ریب انه قتل مظلوماً شهیداً کما قتل اشباهه من المظلومین الشهداء وقتل الحسین معصیة لله ورسوله ممن قتله أو أعان علیٰ قتله او رضی بذلك وهو مصیبة أُصیب بها المسلمین من اهله وغیر اهله وهو فی حقه شهادة له ورفع درجة وعلو منزلة الخ (ایضاً جلد دوم ص۲۴۷) ۔ یعنی حضرت حسینؓ بلا شک شہید ہیں جو ظلماً قتل کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ کی طرح دوسرے مظلوم شہداء قتل کئے گئے ہیں اور حضرت حسینؓ کو قتل کرنے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پائی جاتی ہے ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے آپ کو قتل

کیا ہے یا آپ کے قتل پر اعانت کی ہے ان کے قتل پر راضی ہوئے ہیں۔ اور یہ ایک مصیبت ہے جو تمام مسلمانوں کو پہنچی ہے خواہ آپ کے گھر والے ہوں یا دوسرے۔ اور وہ آپ کے حق میں ایک شہادت اور درجہ اور مرتبہ کی بلندی ہے الخ۔

(د) نیز علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:- والحسن والحسین من اعظم اهل بیته اختصاصًا به كما ثبت فی الصحیح انه ادار كساءه علی علیؓ وفاطمة وحسن وحسین ثم قال اللهم هٰؤلآء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرًا (ایضاً ص۲۵)۔ یعنی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے زیادہ عظمت والے اور حضورؐ کے ساتھ خصوصیت رکھنے والے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنی چادر حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ اور حسینؓ پر لپیٹی اور فرمایا اے اللہ۔ یہ میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے رجس (پلیدی) دُور کر دے اور ان کو بہت زیادہ پاک کر دے۔ یہ وہی اللهم هٰؤلآء اهل بیتی والی حدیث ہے جس کو علامہ ابن تیمیہؒ صحیح کہتے ہیں اور محمود احمد عباسی اسکو وضعی (من گھڑت) قرار دیتے ہیں۔

(ہ) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا حضرت امامؓ نے ناجائز سمجھا اور اکراہ میں انعقاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا

اور تمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں معذور نہیں کہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسین رضؓ کے قتل کی بنا یہی تھی۔ اور مسلط کی اطاعت کا جواب الگ بات ہے۔ مگر مسلط ہونا کیا جائز ہے خصوص نا اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بنا لیتے۔" (امداد الفتاوی جلد ۴ صہ ۶۵)۔

(۵) شیخ الاسلام حضرت مدنی رحؒ فرماتے ہیں :-

خلاصہ کلام یہ کہ مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید مُعلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیل اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل صہ ۲۸۵)۔

(ب) نیز فرماتے ہیں :- علاوہ ازیں فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول

ہو جاتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اس وقت تک مُجمع علیہ نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی رائے یہ تھی کہ وہ معزول ہو گیا اور اسی بنا پر اصلاح امت کی غرض سے انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ پھر باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے۔ یعنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد مصالح سے زائد نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے وہ اپنی بیعت پر قائم رہے۔ اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسا محسوس کیا اور سبھوں نے خلع کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرہ نمودار ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی۔ کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کہا جائیگا الخ (ایضاً مکتوبات شیخ الاسلام صہ ۲۸۷)۔

(۶) امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم ربانی ہیں جو اپنے دور میں سنی شیعہ نزاعی مسائل کی تحقیق میں ایک خاص بصیرت اور اجتہادی شان رکھتے ہیں۔ اور آپکی تصانیف صدیوں تک ان مسائل میں اہل السنت والجماعت کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مولانا موصوف نے ایک کتاب تطہیر الجنان

کا ترجمہ بنام تنویر الایمان لکھا ہے۔ تطہیر الجنان کے مصنف علامہ ابن حجر مکیؒ شافعی متوفی ۹۹۰ھ یا بقول بعض ۹۷۵ھ ہیں۔ امام اہل سنت اپنے ترجمہ تنویر الایمان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

اما بعد واضح ہو کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تطہیر الجنان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک مشہور اور بے نظیر کتاب ہے اور اس کتاب کی ضرورت ہندوستان میں اسی سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوں کی درخواست پر یہ کتاب تالیف ہوئی۔ تطہیر الجنان میں ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ سے فرمایا تھا کہ :-

خلافت کے لئے میرے اور دوسرے صحابہؓ کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا اور میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ مستحق ہے۔" (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان صنا) اس روایت کے حاشیہ پر امام اہل سنت نے یہ لکھا ہے کہ :- استحقاق کی یہ وجہ نہ تھی کہ خلیفہ کا بیٹا خلافت کا حقدار ہے ورنہ خلفائے راشدین کی اولاد خلافت کی مستحق ہوتی بلکہ یہ وجہ تھی کہ محبت پدری کے باعث حضرت معاویہ رضؓ کو یزید کے خبث باطن معلوم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور وہ اس کو صالح اور متدین سمجھتے رہے۔"

(ب) نیز امام اہل سنت مولانا لکھنویؒ اپنی کتاب الوالائمہ یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ کی مقدس تعلیمات" صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں :-

حضرت علیؓ کے فرزند حضرت حسینؓ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لئے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ بھلا جس کے بیٹے کی استقامت اور حمیت کا یہ حال ہو اس کے باپ کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے بخوف جان یا بطمع دنیا، ظالم و غاصبوں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حاشا وکلا۔

جہاد قسطنطنیہ کی پیشگوئی

عباسی صاحب اور ان کی پارٹی یزید کی حمایت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لھم (بخاری کتاب الجہاد):- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (یعنی قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے۔

عباسی صاحب اس حدیث کے تحت قسطلانی شرح بخاری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:- کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویۃ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری۔ (حاشیہ صحیح بخاری۔ (ترجمہ) مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہؓ مثل ابن عمر

وابن عباسؓ وابن الزبیرؓ اور ابو ایوب انصاری کی ایک جماعت تھی (خلافت معاویہؓ و یزید ص۲۹ طبع سوم دسمبر ۱۹۶۰ء) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ :۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی المہلّب کا یہ قول نقل کیا ہے۔ قال المهلّب فی هذا الحديث منقبة لمُعاوية لانه اول من غزا البَحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدينة قيصر (حاشیہ صحیح بخاری ج ۱ ص۴۱۰)۔ (ترجمہ) "اس حدیث کے بارے میں (محدث) المہلّب نے فرمایا کہ یہ حدیث (منقبت میں ہے) حضرت معاویہؓ کے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا" (خلافت معاویہؓ و یزید ص۳۰)۔

یہاں پر بھی عباسی صاحب نے اپنی روایتی مہارت کا ثبوت دیا ہے کہ محدث المہلّب کا قول تو نقل کر دیا لیکن اس قول کی تردید میں متصلاً ہی جو عبارت ان شارحین حدیث نے لکھی ہے اس کو ترک کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر المہلّب کے قول کے بعد لکھتے ہیں :۔ وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد

احدٌ ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فی ذلك العموم اتفاقاً فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه انتهی۔ (ترجمہ) "المہلب کا تعاقب کیا ہے ابن التین اور ابن المنیر نے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی اس پیشگوئی کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل کی بنا پر اس سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل علم میں سے کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جہاد قسطنطنیہ میں شامل ہونے والے سب افراد بخش دئیے گئے ہیں۔ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتی کہ اگر کوئی شخص اس کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغفورٌ لہم یعنی ان کے بخش دئیے جانے سے مراد وہی لوگ ہیں جن میں مغفرت کی یہ شرط پائی جائے۔" قسطلانی شرح بخاری اور عمدۃ القاری المعروف بہ عینی شرح بخاری میں بھی یہی جواب لکھا ہے اگر عباسی صاحب فتح الباری کی پوری عبارت لکھ دیتے تو کتاب پڑھنے والوں کے سامنے المہلب محدث کے استدلال کا جواب بھی آجاتا۔

(۲) وہ دلیل خاص کیا ہے جس کی وجہ سے محدثین نے قسطنطنیہ والی بشارت سے یزید کو خارج قرار دیا ہے۔ سو بخاری شریف میں لکھا ہے۔ قال ابوھریرۃ سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ

علیہ وسلم هلكة أمتى على ايدي غُلَيمة من قريش (بخاری کتاب الفتن) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی غُلَیمة کے لفظ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ قلت وقد يطلق الصبی والغليم بالتصغير على الضعيف العقل والتدبير والدين ولو كان محتلما وهو المراد هُنا (فتح الباری جلد ۱۳ صہ) ۔ (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ صَبی اور غُلَیم (چھوٹا لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ کبھی ضعیف العقل۔ ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین پر بھی بولا جاتا ہے اگرچہ وہ جوان بھی ہو اور یہاں روایت میں یہی مراد ہے۔ یعنی وہ عقل۔ تدبیر اور دین کے اعتبار سے کمزور ہوں گے"۔ اور فتح الباری میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اعوذ بالله من امارة الصبيان قالوا وما امارة الصبيان قال ان اطعتموهم هلكتم اى فى دينكم وان عصيتموهم اهلكوكم اى فى دنياكم باذهاق النفس اوباذهاب المال اوبهما۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صہ کتاب الفتن):۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لڑکوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ لڑکوں کی حکومت کیا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم ان کی اطاعت

کرو گے تو ہلاک ہو گے۔ یعنی دین کے بارے میں اور اگر تم ان کا حکم نہ مانو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالینگے یعنی تمہاری دنیا کے بارے میں جان لیکر یا مال چھین کر یا جان و مال دونوں لیکر)۔ نیز فتح الباری جلد ۱۳ میں ہی ہے۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ ان ابا ھریرۃ کان یمشی فی الاسواق ویقول اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان۔ (ترجمہ) اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی بازاروں میں چلتے پھرتے فرماتے تھے کہ اے اللہ ساٹھ ہجری کا زمانہ مجھ پہ نہ گذرے اور نہ لڑکوں کی حکومت (امارۃ الصبیان) مجھے پائے؛ اور البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں حافظ ابن کثیر محدث نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون خلف من بعد ستین سنۃ اَضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یُلقَوْنَ غَیًّا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے یہ ارشاد سُنا ہے کہ سنہ ۶۰ھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کرینگے تو ایسے لوگ عنقریب جہنم کی وادی میں ڈالدئیے جائینگے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ان دونوں روایتوں کی مراد بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔ وفی ھذا اشارۃ الی ان اول الاُغیلمۃ کان فی سنۃ ستین یزید وھو کذلک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیھا وبقی الی سنۃ اربع وستین

فمات ۔ اور اس میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ ان نوجوان لڑکوں میں پہلا نوجوان لڑکا سنہ ۶۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا کیونکہ یزید بن معاویہ ؓ ہی اس سن میں خلیفہ بنایا گیا تھا اور وہ سنہ ۶۴ھ تک باقی رہا اس کے بعد فوت ہوگیا (فتح الباری جلد ۱۳ ص۸) اور علامہ عینیؒ نے بھی امارۃ الصبیان والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے :- و اولھم یزید علیہ مایستحق وکان غالبا ینزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار و یولیھا الاصاغر من اقاربہ (عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۱) ۔ (ترجمہ: "اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ حقدار ہے ۔ وہ اکثر بڑوں کو بڑے بڑے شہروں کی امارت سے ہٹا کر اپنے اقارب میں سے چھوٹوں کو یہ امارت کے عہدے دے دیتا تھا) ۔

خلاصہ یہ کہ دوسری احادیث کا مصداق یزید بنتا ہے جن سے اس کی مذمت پائی جاتی ہے اس لئے محدثین نے قسطنطنیہ والی بشارت کی حدیث سے یزید کو خارج کر دیا ہے ۔ یہ امر قابل غور ہے کہ مندرجہ بشارت والی حدیث اسی بخاری شریف میں ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولینا سید حسین احمد صاحب مدنی مدت العمر پڑھاتے رہے ہیں اور اس کی سند طلبہ کو دیتے رہے ہیں لیکن باوجود اس کے

یہ حضرات یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس قسطنطنیہ کے لشکر میں حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ بھی تھے اور بعض روایات کے مطابق حضرت امام حسینؓ بھی تھے لیکن باوجود اس کے یہ حضرات یزید کے مخالف رہے ہیں۔ اگر وہ بھی مندرجہ بشارت کا مصداق یزید کو سمجھتے تو اسکی مخالفت کیوں کرتے اس سے ثابت ہوا کہ صحیح بخاری کی حدیث کی مندرجہ بشارت یزید کے بارے میں نص نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بھی فرماتے ہیں کہ :۔

اسی طرح اس کو (یعنی یزید کو) یقینًا مغفور کہنا بھی زیادتی ہے کیونکہ اس میں بھی کوئی نص صریح نہیں۔ رہا استدلال حدیث مذکور سے وہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ وہ مشروط ہے شرط وفات علی الایمان کے ساتھ اور وہ امر مجہول ہے چنانچہ قسطلانی میں بعد نقل قول مہلب کے لکھا ہے۔ وتعقبه ابن التين وابن المنير الخ (امداد الفتاویٰ جلد پنجم ص۴۶۳)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حدیث بشارت کے الفاظ مغفور لهم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس لشکر کی ہمیشہ کے لئے مغفرت ہوگئی ہے کیونکہ اس میں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے دوام سمجھا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لشکر میں شامل ہونے والوں کے پہلے گناہ بخشدیئے گئے ہیں اور آئندہ جو

کچھ وہ کریں گے اس کا معاملہ جدا ہے۔ برعکس انکے اصحابِ بدر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ (اب تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے) اس میں اعملوا ما شئتم اس بات کا قرینہ ہے کہ اصحابِ بدر رضؓ کی ہمیشہ کے لئے مغفرت ہوگئی ہے۔ اور اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ خواہ وہ گناہ بھی کرتے رہیں کیونکہ جن کے لئے ابدی مغفرت کا وعدہ فرمادیا ہے ان سے ایسے فعل کا صدور ہی نہیں ہوگا جو مغفرت کے منافی ہو۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید میں اہل جنت کے لئے یہ فرمایا گیا ہے۔ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ (اور تمہارے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے نفس چاہیں گے) اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ اگر وہ گناہ کا ارتکاب چاہیں تو ان کو اس کی اجازت ہوگی کیونکہ جنت میں اہل جنت گناہ کی خواہش کرہی نہیں سکیں گے۔

(۲) قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرمایا گیا ہے اور سورۃ الفتح میں اصحاب بیعت رضوان کے لئے جو اعلان فرمایا ہے۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہوگیا جو ایک درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) تو اس سے کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان اصحاب کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی

صرف اس وقت تک کے لئے تھی لیکن اس کے بعد کا معاملہ جُدا ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ راضی ہونے کا اعلان بندہ کے آئندہ کے حالات واعمال
کے پیش نظر کرتے ہیں۔ ورنہ اگر آئندہ چل کر انہوں نے اللہ تعالےٰ
کی رضا کے خلاف افعال کا ارتکاب کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی
ہونے کا پہلے اعلان نہ فرماتے۔ بہرحال اعلان رضا اور وعدہ مغفرت
میں بڑا فرق ہے۔ یہاں امام حسینؓ اور یزید کی بحث میں تفصیل کی گنجائش
نہیں ہے۔ اکابر محققین اہل سنّت کا مسلک مختصراً بیان کردیا ہے تاکہ
ناواقف سُنّی مسلمان جدید خارجیت کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں
واللہ الہادی۔

حضرت لاہوریؒ اور سیاسی تحریکات

علمائے حق نے جہاں
وراثت نبوی کے تحت دین و شریعت کی تبلیغ کی ہے
وہاں دین و شریعت کے تحفظ واستحکام۔ غلبہ اور عروج کے
لئے کفر و باطل کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما بھی رہے۔ انگریزی
استبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ حریت جس میں اکابر دیوبند نے
مجاہدانہ اور سرفروشانہ حصہ لیا تھا ہمیشہ تاریخ ہند کی زینت رہیگی
اس کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا قدس
سرہٗ اور آپ کے رفقاء وتلامذہ نے فرنگی کا فرانہ اقتدار کو ہٹانے کیلئے
جو قربانیاں دی ہیں ہمیشہ صفحات تاریخ پر یادگار رہیں گی۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی علمائے حق کی ایک یادگار ہیں جو ظالمانہ اقتدار کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ دار العلوم کے تاریخی اسلامی عظیم مرکز سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جو فیضان نصیب ہوا وہ جامعیت کے ساتھ آپ کی مبارک حیات میں پھیلا ہوا ہے۔ دہلی سے لاکر لاہور میں نظر بند کر دینا اور پھر لاہور ہی کو مرکز بنا کر چالیس سال سے زائد عرصہ تک دین و شریعت کا علمبردار بننا یہ حضرت کی ان خصوصیات میں سے ہے جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت مینار علم و عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ اس مقالہ میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات۔ حالات و کمالات کا بیان مقصود ہے اس لئے حضرت لاہوریؒ کے اسلاف کرام نے متحدہ ہندوستان کیا اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت و حفاظت کیلئے جو قربانیاں دی ہیں ان پر مفصل تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان تفصیلات کے لئے سیرت سید احمد شہید اور علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ اور علمائے حق اور انکے مجاہدانہ کارنامے، مؤلف حضرت مولانا محمد میاں صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

جمعیت علمائے ہند اور حضرت لاہوریؒ

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد نومبر سنہ ۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند قائم کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا

محمد میاں صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مصنف "علمائے ہند کا شاندار ماضی" نے قیام جمعیت العلماء کے وجوہ اور حالات کے تحت جمعیت کی روئداد کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ :- ۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو جب دہلی میں "خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس غرض سے منعقد کیا گیا تھا کہ اتحادیوں سے عموماً اور حکومت برطانیہ سے خصوصاً ان وعدوں کے ایفاء کا مطالبہ کیا جائے جو مسلمانوں سے جنگ عمومی کے وقت کیے گئے تھے تو خلافت کے اس جلسہ میں علماء نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ انہیں ایک رابطہ میں منسلک کیا جائے جن کی اجتماعی قوت کو ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے بالکل منتشر کر دیا تھا۔ ہندوستان کی سیاست محض خوشامد۔ چاپلوسی اور اظہار وفاداری پر محدود ہو چکی تھی۔ گویا کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا سیاستدان وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو حکومت مسلط کا سب سے بڑا وفادار ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علمائے مذہب جو طبعاً خوشامدانہ چاپلوسی سے متنفر ہیں اور بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے مقابلہ میں اعلائے کلمۃ الحق کے عادی رہے ہیں اس سیاست سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے نیز ۱۸۵۷ء میں علمائے حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا تھا اور جس بیدردی کے ساتھ علمائے ہند کو پھانسی اور جلاوطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئی تھیں اس کا مقتضاء قدرتاً یہ ہوتا تھا کہ علماء کو مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنی پڑی۔

چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۹۱۹ء میں پھر پلٹا کھایا اور خوشامد و تملق

کی پالیسی تبدیل ہوئی تو علمائے امت نے دوبارہ سیاسی میدان میں قدم رکھا اور جمعیت علمائے ہند کو قائم کیا گیا۔ (جمعیۃ علماء کیا ہے حصہ اوّل صفحہ ۹ حاشیہ)۔

جمعیت علماء ہند کا اصلی مقصد اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ اور دین خداوندی کے نظام حق کا نفاذ تھا۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند کے دستور العمل میں دفعہ ۲ کے تحت یہ لکھا گیا تھا کہ: مذہبی نقطہ نظر سے اہل اسلام کی سیاسی اور غیر سیاسی امور میں رہنمائی کرنا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(الف) اسلام۔ مرکز اسلام (جزیرۃ الاسلام و مستقر خلافت)۔ شعائر اسلام۔ اسلامی قومیت کو ضرر پہنچانے والے اثرات کی شرعی حیثیت سے مدافعت کرنا۔

(ب) مشترکہ مذہبی حقوق کی تحصیل و حفاظت اور مشترکہ مذہبی و وطنی ضروریات کو حاصل کرنا۔

(ج) علماء کو ایک مرکز پر جمع کرنا۔

(د) مسلمانوں کی تنظیم اور اخلاقی و معاشرتی اصلاح۔

(ھ) غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کے تعلقات اس حد تک قائم رکھنا جہاں تک شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہو

(و) شرعی نصب العین کے موافق مذہب و وطن کی آزادی۔

(ز) شرعی ضرورتوں کے لحاظ سے محاکم شرعیہ کا قیام۔

(ح) اندرون ہندوستان اور بیرون ممالک میں تبلیغ اسلام کرنا۔
(ط) بیرون ممالک کے مسلمانوں سے اسلامی اخوت و اتحاد کے روابط قائم رکھنا اور مستحکم کرنا۔" (جمعیت العلماء کیا ہے۔ حصہ اول حاشیہ ۳۹)
چونکہ انگریز اس زمانہ میں سب سے بڑی طاقت رکھتا تھا اور اپنی عیاری اور مکاری سے مسلمانوں کی تقریباً آٹھ سو سالہ حکومت کو ختم کر کے اس نے اپنا استبدادی پنجہ ہندوستان میں گاڑ رکھا تھا اور انگریز اسلام کا سخت ترین دشمن تھا اس لئے زبردست دشمن سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جمعیت علمائے ہند نے بے نظیر قربانیاں دیں اور چونکہ انگریز کی غلامی میں ہندوستان کی ساری قومیں مبتلا تھیں اور انگریزی تسلط سے نجات حاصل کرنا اور اپنے ملک کو آزاد کرنا سب اہل ہند کا مشترکہ مقصد تھا۔ اس لئے اس خاص مقصد یعنی آزادی ہند کے لئے جمعیت علماء ہند نے ہندوؤں اور دوسری غیر مسلم قوموں سے اسی حد تک اشتراک جائز رکھا جس سے دین و شریعت کے اصول کو نقصان نہ پہنچے۔ جیسا کہ جمعیت کے دستور العمل کی مندرجہ دفعات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جمعیت العلماء خود مستقل جماعت تھی اور اس کے اغراض و مقاصد بھی سب اسلامی اصول و عقائد کے ماتحت تھے کانگریس سے جمعیت کا اشتراک صرف انگریزی اقتدار کے خاتمہ کے لئے تھا اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کانگریس نے کوئی ایسی قرارداد

پاس کی یا کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جو مقاصد اسلام کے خلاف تھا تو جمعیت علمائے ہند نے بلا خوف لومۃ لائم اس کی مخالفت کی جس کی تفصیلات جمعیت العلماء کیا ہے؟ حصہ اوّل و حصہ دوم وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

جمعیت علمائے ہند علمائے حق

جمعیت علماء ہند کی شرعی قراردادیں

کی وہ عظیم تنظیم تھی جس کی تبلیغ۔ تعلیم۔ تنظیم اور ایثار و قربانی محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر تھی اور جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشادات ما انا علیہ و اصحابی اور علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین کی اتباع میں بلا خوف لومۃ لائم جد و جہد کرتی رہی ہے۔ بطور نمونہ حسب ذیل قراردادوں سے جمعیت علمائے ہند کے موقف حق کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

(۱) انگریز گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت میں مرزا غلام احمد قادیانی دجال کی نبوت کاذبہ کی تحریک اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے بہت خطرناک تحریک تھی جس کے انسداد کے لئے جمعیت علمائے ہند نے ایک سب کمیٹی قائم کی جس نے ۶ نومبر ۱۹۲۳ء کو بمقام دہلی یہ قرارداد پاس کی کہ:-

انسداد فتنہ قادیانی کی کمیٹی کا یہ جلسہ خاص تجویز کرتا ہے کہ

قادیانی جماعت اور لاہوری احمدی جماعت دونوں کا فتنہ اسلام

کے لئے ایک ہی نوعیت رکھتا ہے اور دونوں کے عقائد اسلام کے منافی ہیں۔ ان کے متعلق ایک فتوی احکام شرعیہ کی پوری تصریح کے ساتھ مرتب کیا جائے اور جمعیت علمائے ہند کے آئندہ سالانہ اجلاس میں پیش کیا جائے۔ فتوی مرتب کرنے کے لئے حضرات ذیل نامزد کئے جائیں:۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب (جمعیت العلما کیا ہے حصہ دوم صفحہ ۶۶)۔

(۲) آریوں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے جو شدھی کی کافرانہ تحریک چلائی تھی اس کے خلاف جمعیت علمائے ہند نے یہ تجویز پاس کی کہ:۔ جمعیت انتظامیہ کا یہ اجلاس آریوں کی تحریک شدھی اور اس کے عملی نظام کو اسلام اور اسلامی قومیت کے خلاف ایک سخت ترین سیاسی حملہ سمجھتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مصیبت نہیں ہو سکتی کہ ایک کلمہ گو مسلمان کے سینے سے توحید و رسالت کا نور نکال کر کفر و شرک کی ظلمت بھر دی جائے پس مسلمانوں کے لئے تحریک ارتداد سے زیادہ کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہو سکتی اس لئے ان کا حتمی فرض ہے کہ وہ اس کی مداخلت میں اپنے تمام جانی و مالی ذرائع قربان کر دیں کیونکہ اس وقت کی ذرا سی غفلت بھی ہندوستان میں اسلام اور اسلامی قومیت کے لئے سم قاتل ہو گی الخ (جمعیت العلما کیا ہے۔ حصہ دوم صفحہ ۹۲ مورخہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء)۔

(۳) خلافت اسلامیہ کی مرکزیت اور اس کے بقا و استحکام کے لئے یہ قرارداد پاس کی گئی کہ:۔ جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ حکومت ترکیہ کے الغائے خلافت کے بعد سے اب تک منصب خلافت افسوسناک طریقہ پر خالی ہے۔ مسلمانان عالم کی خواہش ہے کہ حکومت ترکیہ خلافت اسلامیہ کا مرکز رہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں حکومت ترکیہ ہی اس کے لئے موزوں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ترکیہ خلافت اسلامیہ کا قوانین شرعیہ کے موافق ترکی میں منصب خلافت قائم کرے گی یا صدر جمہوریہ کے لئے حسب قوانین شرعیہ خلافت کا اعلان کریگی الخ (ایضاً صفحہ ۱۰۲ اجلاس بمقام مراد آباد مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۲۵ء)۔

(۴) حجاز میں سعودی حکومت قائم ہوگئی تو اس کی رہنمائی کے لئے جمعیت علمائے ہند نے حسب ذیل قرارداد پاس کی (اجلاس کلکتہ بصدارت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مورخہ ۴ر مارچ ۱۹۲۶ء): حکومت حجاز کے متعلق جمعیت علمائے ہند کا مطمح نظر یہ ہے کہ چونکہ حجاز مقدس مرکز اسلام ہے اور اس کے ساتھ تمام عالم اسلامی کا تعلق ہے اور تمام اسلامی طاقتوں کے ذمہ اس مرکز اسلام کی حفاظت مذہبی فریضہ ہے ان وجوہ کے لحاظ سے ضروری ہے کہ:۔

(الف) حجاز کی حکومت اسلامی اصول کے موافق اور خلافت راشدہ کے نمونہ پر ہو۔ جس میں استبداد اور کسی خاندان اور نسل کی تخصیص اور

وراثت کا اعتبار نہ ہو۔ اور ہر قسم کے اثر و نفوذ سے پاک ہو الخ
(الفصاحت ۱۱۶)۔

(۵) قضیۂ فلسطین کے سلسلہ میں حسب ذیل قرارداد (بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی مورخہ ۳ ر اگست ۱۹۳۸ء) منظور کی گئی :۔
جمعیت علماء کا یہ جلسہ فلسطین کے جگر خراش اور روح فرسا واقعات اور برطانوی مظالم کو سخت غم و غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور قبلہ اول کی حفاظت اور مسلمانان فلسطین کی امداد و اعانت کے سلسلہ میں مجلس تحفظ فلسطین نے جو حسب ذیل تجویز پاس کی ہے۔ جمعیت عاملہ کا یہ اجلاس اس کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اور تجویز کرتا ہے کہ جمعیت علمائے ہند اپنے تمام ذرائع اس تجویز کو کامیاب بنانے میں بروئے کار لائے اور جمعیت کی صوبہ وار شاخوں اور تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس مقدس اور مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں پورے جوش اور انہماک کے ساتھ قربانی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

تجویز مجلس تحفظ فلسطین

مجلس تحفظ فلسطین کا یہ جلسہ فلسطین کے جگر خراش اور، روح فرسا واقعات کے پیش نظر مسلمانان ہند پر قبلہ اول کی آزادی اور مسلمان بھائیوں کی نصرت و اعانت کا جو فریضہ عائد ہو رہا ہے اس کی ادائیگی کے لئے تجویز کرتا ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔ سول نافرمانی کی تیاری کے لئے تمام ہندوستان میں فوراً جلسے شروع کر دیئے

جائیں۔ فلسطین کمیٹیاں قائم کی جائیں۔ رضاکار بھرتی کئے جائیں اور ان کی مضبوط اور منظم جماعتیں بنائی جائیں اور پوری تیاری کے ساتھ سول نافرمانی کے لئے مستعدی پیدا کی جائے الخ (ایضاً ص۲۰۳)

(۶) تحفظ عظمت صحابہؓ کے سلسلہ میں جمعیت علمائے ہند نے حسب ذیل قرارداد بمقام مرادآباد مورخہ ۲۷۔۲۸۔۲۹ مئی پاس کی۔ جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس لکھنؤ میں شیعوں کی طرف سے تبرا ایجی ٹیشن کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس خلاف آئین و انسانیت حرکت کو ملک کے امن کے لئے خطرہ عظیم سمجھتا ہے تبرا کسی حالت میں کسی وقت بھی قابل برداشت نہیں ہے نہ اسکی کوئی ذی فہم انسان ایک لمحہ کے لئے جائز قرار دے سکتا ہے۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت سے پرزور طریق پر استدعا کرتا ہے کہ وہ اس ہنگامہ شر و فساد کو جلد از جلد ختم کر دے (بالاتفاق منظور ص۲۰۶)۔

(۷) **مدح صحابہؓ** جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس مدح صحابہؓ کے متعلق صوبہ متحدہ کی حکومت کے کمیونک مورخہ ۳۰ مارچ ۳۹ء کو جو سُنیوں کے جائز اور مبنی برانصاف مطالبات سے بہت کم ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر غنیمت سمجھتا ہے اور بنظر استحسان دیکھتا ہے اور حکومت یوپی کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس کمیونک کو جو سنیوں کے ایک مذہبی آئینی و شہری حق کے استعمال کی آخری حد ہے شیعوں کے امن سوز پروپیگنڈے سے مرعوب

ہو کر تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس
ان مساعی کی پر زور مذمت کرتا ہے جو بعض حلقوں کی طرف سے
حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کو یہ باور کرانے کے لئے کی جارہی
ہیں کہ مدح صحابہ سُنیوں کا اخلاقی و آئینی حق نہیں ہے اور یہ کہ
تبرا اور مدح صحابہ کی حیثیت یکساں ہے۔ اگر حکومت ہند یا حکومت
برطانیہ کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے نام پر سُنیوں کے اس
مسلمہ حق میں کوئی مداخلت کی گئی تو مجلس مرکزیہ کی رائے میں اس
کے نتائج نہایت دور رس اور تباہ کن ثابت ہونگے۔ جمعیت مرکز
کا یہ اجلاس بعض مخصوص افراد اور جماعتوں کے اس گمراہ کن اور
شرارت امیز پروپیگنڈا کی پرزور تردید کرتا ہے کہ مدح صحابہ کے ایجی ٹیشن
میں حکومت یوپی کا ہاتھ ہے اور اس نے سُنیوں کو اس مطالبہ پر جو
ایک عرصہ دراز سے مسلسل پیش کیا جارہا تھا آمادہ کیا، اس قسم کا
پروپیگنڈا جیسا کہ ظاہر ہے حکومت یوپی کے خلاف نہیں ہے بلکہ سُنیوں
کے ایک قدیم مطالبہ کے حصول کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے ہے اور اس کی
ذمہ داری اسی جماعت پر عائد ہوتی ہے جو سُنیوں کو اپنے حق کے استعمال
سے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے" (ایضاً جمعیت العلما کیا
ہے، حصہ دوم صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷)

(نوٹ) مدح صحابہؓ کے سلسلہ میں جمعیت علمائے ہند کا یہ اہم اجلاس
حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی صدارت میں منعقد ہوا

تھا۔ جو اسی زمانہ میں طویل جلا وطنی کے بعد واپس ہندوستان تشریف
لائے تھے۔ ان قراردادوں سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا سندھی رحمۃ
اللہ علیہ جیسے عالمی انقلابی علماء نے بھی صحابہ کرام اور حضرات خلفائے راشدین
رضوان علیہم اجمعین کے شرعی مقام کے تحفظ کے فریضہ کو کبھی نظر انداز
نہیں کیا اور وہ ہر مرحلہ پر اہل السنّت والجماعت کے مذہبی حقوق کے تحفظ
کے لئے بڑی سے بڑی جابر حکومتوں سے ٹکر لیتے رہے ہیں اس زمانہ
میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ
کی قیادت میں مدح صحابہ رضؓ کی تحریک میں بلاخوف لومۃ لائم بڑی
بے باکی سے حصہ لیا تھا اور اپنی قربانیوں سے تحفظ ناموس صحابہؓ کی
تحریک کو تقویت پہنچائی تھی ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تقسیم ہند سے پہلے ہمارے ممدوح صاحب سوانح شیخ التفسیر حضرت مولانا
احمد علی صاحب لاہوریؒ جمعیت علمائے ہند کے ممتاز رہنما رہے ہیں۔
چنانچہ جمعیت علمائے ہند کی ان مطبوعہ قراردادوں میں حضرت لاہوریؒ
کا نام بھی آتا ہے۔ بنگال کے ہولناک قحط اور لاکھوں جانوں کے ضائع
ہونے کی وجہ سے جمعیت علماء ہند کا ایک اہم اجلاس بمقام دفتر جمعیت
علمائے ہند دہلی مورخہ ۲۵۔ ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۴۳ء منعقد ہوا۔ اس
زمانہ میں یورپ کی جنگ شدومد سے جاری تھی اور جمعیت کے صدر

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح۔ ناظم اعلیٰ۔ اور نصف کے قریب ورکنگ کمیٹی کے ارکان مختلف جیلوں میں نظر بند تھے۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب نائب صدر جمعیت علمائے ہند کی صدارت میں مجلس عاملہ کا یہ اجلاس منعقد ہوا جس کی پاس شدہ تجاویز میں تجویز نمبر ۴ کے تحت لکھا ہے کہ :۔

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ بنگال کے لاوارث بچوں کی خدمت کے سلسلہ میں ابتدائی مصارف کے لئے خزانہ الجمعیت سے ایک ہزار روپیہ کی منظوری دیتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور نے اس سلسلہ میں تین سو روپیہ اور مولانا بشیر احمد صاحب نے مبلغ دو سو روپیہ فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے مجلس ان حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہے" (جمعیت العلماء کیا ہے حصہ دوم ص۲۵۷)۔

حضرت لاہوری رح کی گرفتاری

۱۳ ار ۱۴ ار جولائی سن ۱۹۴۰ء کے اجلاس بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی صدر جمعیت علمائے ہند کی ایک قرارداد میں ہے کہ :۔

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اس داروگیر کو جو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت صوبجات یو۔پی۔ پنجاب۔ بنگال وغیرہ میں ہو رہی ہے اور بہت سے ملی و قومی کارکن گرفتار کئے جا چکے

ہیں۔ جن میں جمعیت علماء کے کئی مخلص کارکن بھی شامل ہیں (مثلاً مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء صوبہ آگرہ و مولانا احمد علی صاحب صدر جمعیت علماء صوبہ پنجاب۔ و مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہان پوری وغیرہ) بے جا تشدد اور مقتضیات وقت کے منافی خیال کرتا ہے۔ موجودہ زمانہ اس امر کا مقتضی تھا کہ حکومت آزادی خواہان وطن کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرتی۔ مگر اس نے گرفتاریوں کی بھرمار کرکے مزید غم و غصے اور بداعتمادی کی فضا پیدا کردی جو وطنی اور قومی مفاد اور ہندوستان کے امن و امان کیلئے بھی مضر ہے۔ (ایضاً صـ ۲۲۵)۔

تقسیم ہند اور جمعیت علمائے ہند

جمعیت علماء ہند اور دوسری آزادی پسند جماعتیں کانگرس وغیرہ ہندوستان کو انگریزی اقتدار و تسلط سے آزاد کرنیکی جد و جہد کرتی رہی ہیں۔ جب ہندوستان کی آزادی کا وقت قریب آیا تو مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگرس میں یہ اختلاف پیدا ہوگیا کہ ہندوستان مذہبی بنیاد پر مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین تقسیم ہونا چاہیے یا نہیں۔ مسلم لیگ نے پاکستان کا فارمولا پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ مسلم اکثریت کے صوبے مسلمانوں کو دئے جائیں اور ہندو اکثریت کے صوبے ہندوؤں کو۔ اس صورت میں مسلمانوں کو جو حصہ ملیگا اس کا نام پاکستان ہوگا جس میں مسلمان آزادی سے

اسلامی حکومت بھی قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن کانگریس کا یہ مطالبہ تھا کہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں نہ لائی جائے اور متحدہ ہندوستان بلا تقسیم آزاد ہو۔ اس اختلاف کی بنا پر علمائے دیوبند میں بھی نظریاتی اختلاف پیدا ہو گیا جمعیت علمائے ہند نے (جس کے صدر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند تھے) تقسیم ہند کی رائے یعنی قیام پاکستان کے نظریئے سے اختلاف کیا اور شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور ان کی جماعت تقسیم ہند یعنی قیام پاکستان کی حامی بن گئی جو مسلم لیگ کا نظریہ تھا۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح اور آپ کے متوسلین حضرات کی رائے بھی پاکستان کے حق میں تھی۔

دیوبندی علماء میں اس اختلاف رائے کی وجہ سے علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی جمعیت علمائے ہند سے جُدا ہو گئے اور آپ نے جمعیت علمائے اسلام قائم کی جس کے صدر بھی علامہ مرحوم ہی تھے۔ لیکن جمعیت علمائے ہند اور جمعیت علمائے اسلام کا یہ اختلاف مذہبی اور اعتقادی نہیں تھا بلکہ صرف سیاسی اور ملکی اختلاف تھا اور دونوں حضرات کے سامنے مختلف منافع اور مضار تھے جن کی بنا پر یہ اختلاف ایک قسم کا اجتہادی اختلاف تھا۔ دونوں طرف اکابر علماء تھے جن میں سے کسی کی نیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت مدنی کا اخلاص

بندہ خادم اہل سنت سے میرے

محسن مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور و خلیفہ حضرت تھانویؒ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا کہ علامہ عثمانیؒ نے مرض الموت میں اس باہمی اختلاف کے متعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان و خلیفہ حضرت تھانویؒ سے یہ فرمایا کہ مجھے اپنے اخلاص میں تو شبہ ہو سکتا ہے لیکن مولانا مدنیؒ کے اخلاص میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے۔

(۲) محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی) کی روایت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک اجلاس میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ:۔ بھائیو۔ اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرے علم میں بسط ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنی سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں۔ (الشیخ الاسلام نمبر صد ۲ شائع کردہ جمعیت علمائے ہند دہلی)

(۳) مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ کے خطبہ صدارت میں علامہ عثمانیؒ نے حضرت مدنیؒ کے متعلق یہ فرمایا کہ:۔ بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر اس کے متعلق اخبارات کی روایات صحیح ہیں تو اس پر اظہار بیزاری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو ان کا علم و فضل

بہر حال مسلّم ہے۔ اور اپنے نصب العین کے لئے ان کی عزیمت وہمت اور انتھک جدوجہد ہم جیسے کاہلوں کے لئے قابل عبرت ہے۔ اگر مولانا کو اب مسلم لیگ کی تائید کی بنا پر میرے ایمان میں خلل بھی نظر آئے یا میرے اسلام میں شبہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور بزرگی میں کوئی شبہ نہیں الخ (خطبہ صدارت مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۵ء)۔

علامہ اقبال کے اشعار

بعض متعصب اور نا عاقبت اندیش لوگ اب تک حضرت مدنی قدس سرہٗ کے خلاف علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے حسب ذیل اشعار پیش کرتے رہتے ہیں جو مرحوم نے حضرت مدنی کی ایک تقریر کے متعلق کہے تھے ؎

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس موضوع پر حضرت مولانا مدنی اور علامہ اقبال کے مابین خط وکتابت بھی ہوئی تھی جو اخبارات ورسائل میں شائع ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مدنی نے اپنی دہلی کی تقریر میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ملت از وطن است یعنی ملت کی بنیاد وطن پر ہوتی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا تھا کہ:۔ "موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں"۔ لیکن علامہ اقبال کو یہ بات پہنچائی گئی کہ آپ نے فرمایا

ہے کہ ا۔ ملت وطن کی بنیاد پر بنتی ہے۔ حالانکہ لفظ ملت دین و شریعت پر بولا جاتا ہے۔ اور قوم مختلف اسباب پر مبنی ہوتی ہے تو جب حضرت مدنی رح نے ملت وطن پر مبنی ہوتی ہے فرمایا ہی نہیں ہے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اشعار حضرت پر چسپاں ہی نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت نے اپنے خط میں اپنی تقریر کی وضاحت کی تو علامہ مرحوم نے اپنے الزام سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ علامہ اقبال نے حضرت مدنی کے مکتوب کی بنا پر مولانا طالوت مرحوم کو اپنے خط میں لکھا کہ: "خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنیکا مشورہ دیا لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدتمندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدا تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے۔ نیز انکو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدتمند سے پیچھے نہیں ہوں۔" (منقول از نظریہ قومیت اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح و علامہ اقبال" (مرتبہ طالوت)۔

علاوہ ازیں یہ مراسلت حضرت مدنی کی کتاب "متحدہ قومیت اور اسلام"

مطبوعہ مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں بھی منقول ہے یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا نظریہ متحدہ قومیت یوروپین اقوام کے مروجہ نظریہ قومیت کے خلاف ہے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جونپور کے اجلاس کے خطبہ صدارت میں اس امر کی وضاحت فرمادی تھی کہ اس کے خلاف یورپین لوگ "قومیت متحدہ کے معنی جو مراد لیتے ہوں اور جو کانگریسی افراد انفرادی طور پر کانگریس کے فنڈامینٹل کے مفہوم کے خلاف معانی بیان کرتے ہوں ان سے یقیناً جمعیت العلماء بیزار ہے اور تبری کرنیوالی ہے"۔

(ملاحظہ ہو۔ پاکستان کیا ہے؟ حصہ دوم ص۲۲)

خلاصہ یہ کہ جمعیت علمائے ہند نے قیام پاکستان کے مسئلہ میں جو اختلاف کیا ہے وہ نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور یہ اختلاف ایک سیاسی نوعیت کا ہے نہ کہ مذہبی۔ ورنہ جمعیت تو خالص اس اسلام کی داعی اور محافظ تھی جو سنت رسولؐ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملا ہے۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند نے جو تحفظ و نفاذ شریعت کے لئے امیر الہند کا منصب تجویز کیا تھا اس میں امیر الہند کے شرائط میں سے یہ تھا کہ:۔

(الف) مسلم مرد عاقل بالغ آزاد ہو۔

(ب) عالم باعمل ہو۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی اور حقائق کا معتدبہ علم رکھتا ہو۔ اغراض و مصالح شریعت

اسلامیہ و علم الفقہ وغیرہ سے واقف ہو اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا اس کا شیوہ ہو۔

(ج) سیاسیات ہند و سیاسیات عالم اسلامیہ سے واقفیت تامہ رکھتا ہو اور حتی الامکان تجربہ سے اکثر صائب الرائے ثابت ہو چکا ہو الخ

اور فرائض امیر الہند کے تحت لکھا ہے کہ :۔

(الف) اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنا اور اس کے لئے اصح وسائل و اسباب مہیا کرنا۔

(ب) عالم اسلامی کے داخلی و خارجی تغیرات احوال کے وقت مذہبی نقطہ نظر سے بمشاورت اہل شوریٰ ایسے احکام جاری کرنا جس سے مسلمانان ہند اور اسلام کا فائدہ متصور ہو اور جس کا ماخذ کتاب و سنت و آثار صحابہ کرام و فقہ ائمہ عظام ہوگا۔ الخ (جمعیت العلماء کیا ہے۔ حصہ دوم صفحہ ۸۴ ۸۵)۔

قیام پاکستان کے بعد

جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان تقسیم ہوا۔ اور مسلم لیگ کا مجوزہ پاکستان قائم ہو گیا تو پھر حضرت مولانا مدنی اور دوسرے اکابر جمعیت علمائے ہند پاکستان کے استحکام کیلئے دعائیں کرتے رہے اور ان کی یہی خواہش رہی کہ جو حصہ ملک کا مسلمانوں کو ملا ہے اس کی بقا ضروری ہے تاکہ اہل اسلام اس میں اسلامی نظام حکومت قائم کرسکیں۔ لہذا اب سابقہ سیاسی اختلاف کی بنا پر ان علمائے دیوبند کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا

خلاف انصاف و دیانت ہے۔ جن کو قیام پاکستان سے اپنی صوابدید کے مطابق اختلاف تھا جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ماہنامہ الرشید کے دارالعلوم نمبر میں اس حقیقت کی تصریح کی گئی ہے کہ: حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ قیام پاکستان کے بعد اپنے لاکھوں متوسلین کو جو پاکستان میں تھے ہمیشہ اس بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ وہ پاکستان کی ترقی و استحکام کے لئے سینہ سپر رہیں اور خود دعائیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ پاکستان کا مسئلہ اب مسجد کی حیثیت رکھتا ہے" اور اس بات کے گواہ و راوی سینکڑوں لوگ ہیں۔ (حاشیہ میں لکھا ہے کہ:۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن شاہ ولی پرنسپل اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے بتایا کہ میں نے حضرت سے یہ فقرہ (یعنی پاکستان کا مسئلہ اب مسجد کی حیثیت رکھتا ہے) ۔ پچاس آدمیوں کی موجودگی میں دیوبند میں سنا۔ (دارالعلوم دیوبند نمبر عنوان فتح باب صفحہ ۲ ازمولانا عبدالرشید ارشد۔)۔

حضرت لاہوریؒ اور پاکستان

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بھی جمعیت علمائے ہند کے نظریہ کے علمبردار تھے لیکن اکابر حضرات کی خواہش کے مطابق حضرت نے استحکام پاکستان کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مساعی کے تحت لیاقت علی خان مرحوم وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان دستور ساز اسمبلی میں ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار داد

پاکستان پاس کرائی تو شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ نے اس کی مکمل تائید کی اور وزیر اعظم کو اس کارنامہ پر مبارکباد پیش کی۔ چنانچہ آپ کا ایک مضمون " استحکام پاکستان " کے نام سے انجمن خدام الدین کے مطبوعہ مجموعہ رسائل میں شائع ہے جو آپ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے ۵۷ ویں سالانہ جلسہ میں زیر صدارت خان عبدالقیوم خان سرحد ۲۶ اپریل ۱۹۴۹ء کو پڑھ کر سنایا تھا۔ اس میں قیام پاکستان پر لاکھوں مسلمانوں کا قتل اور دیگر مسائل کا ذکر کرتے ہوئے بعنوان " گراں قیمت پاکستان کی قدر و منزلت " فرماتے ہیں کہ :-

معزز حضرات ! جو چیز جسقدر زیادہ گراں قیمت ہو اس کی قدر و منزلت بھی اسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ اس آزاد پاکستان کی پوری پوری قدر کریں اور اسے ایسا بنا دیں کہ تمام ممالک کے لئے بالخصوص اپنے ہمسایہ ملک انڈین یونین کے لئے قابل رشک ہو۔ ہمارا نظام ان سے اعلیٰ ہو۔ ہماری تنظیم ان سے زیادہ مضبوط ہو الخ[۱۳]

(۲) ملک کے لئے مادی وسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد روحانی وسائل کے بیان میں فرماتے ہیں کہ :-

یہ روحانی وسائل ایسے ہیں کہ اگر یہ ہاتھ آجائیں اور مادی وسائل کمزور ہوں تو بھی مسلمان سلطنت مادی وسائل والی سلطنت پر یقیناً فتح پا لیتی ہے ـــــــ خالد بن ولیدؓ نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آہنی

فوج بھی اپنے رضاکاروں کی معیت اور معاونت سے شکست دیدی تھی (ص۲۱)۔

(۳) اسی مضمون میں آپ بعنوان "زبردست شہادت" فرماتے ہیں کہ میرا اپنی سابقہ عرض کے سچے ہونے میں ایک زبردست شہادت پیش کرتا ہوں:۔ "خطاب کا بیٹا عمرؓ فاروق جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہما رہتا تھا۔ اپنی خلافت کے ایام میں ۲۲ لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دینداری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے موجب غبطہ رہا۔ غور کرو کہ حکمران کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے بڑے اعظم اس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی" (بحوالہ رحمت للعلمین جلد سوم"۔ (استحکام پاکستان صہ۳۲)۔

(۴) نیز اس مضمون میں بعنوان :۔ سرکاری ملازموں کے لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان" بحوالہ مشکوٰۃ شریف لکھتے ہیں:۔ انہ کتب إلی عمالہ ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظها وحافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها أضیع (ترجمہ) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تمام سرکاری ملازموں کو حکم بھیجا کہ تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سے سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے۔ جس نے خود

اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرائی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دوسرے کاموں کو زیادہ خراب کرتا ہوگا۔

(نتیجہ) اس فرمانِ شاہی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامی سلطنت کے تمام حکام اپنی مسلمان رعایا کے دین کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں ——— لہٰذا حکومت پاکستان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کے لئے نماز کو ضروری قرار دے اور اس کے ترک کرنے کو جرم ٹھہرائے۔ وما علینا الا البلاغ (ص ۳۹)۔

اس مضمون کے آخر میں حضرت نے دعا کی ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کہنے کی توفیق دی ہے انہیں اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق دے۔ آمین یا الٰہ العالمین الخ (استحکام پاکستان ص ۴۵)

جمعیت علمائے اسلام کی قیادت

قیام پاکستان کے بعد جمعیت

علمائے اسلام پاکستان کے صدر اور سربراہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رہے ہیں لیکن آپ کی وفات کے بعد جمعیت کی تنظیم کا کام کچھ عرصہ ملتوی رہا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا آپ نے بوجہ بیماری اور بڑھاپے کے یہ کام حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

صاحب بانی دار العلوم نانک واڑہ کراچی خلیفہ حضرت تھانویؒ کے سپرد کر دیا اور بالآخر مختلف مراحل سے گذرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں جمعیت علمائے اسلام کے جدید انتخابات کے لئے ملتان میں علماء کا ایک کنونشن منعقد ہوا جس میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کو جمعیت علمائے اسلام کا صدر منتخب کیا گیا اور پھر وفات تک حضرت ہی جمعیت کے صدر رہے ہیں اور جب ۱۹۵۸ء میں صدر ایوب نے مارشل لاء نافذ کیا اور سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی تو علمائے کرام نے مذہبی تنظیم کے لئے نظام العلماء کے نام سے ایک جماعت قائم کر لی اس کے صدر بھی حضرت شیخ التفسیرؒ ہی منتخب کئے گئے۔ اسی دوران جب صدر ایوب نے خلاف اسلام عائلی قوانین کا نفاذ کیا تو حضرت لاہوری کی قیادت میں علمائے اسلام نے اس کی سخت مخالفت کی۔ حتیٰ کہ اسی سلسلہ میں مارشل لاء کے دوران ایک جلسہ عام باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور رکھا گیا جس میں حضرت امیر مولانا لاہوریؒ نے صدر ایوب کے خلاف شریعت اقدامات کے خلاف سخت تقریر فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو چھ ماہ کے لئے شہر لاہور کی حدود میں نظر بند کر دیا گیا۔

برکات امیرؒ

حضرت اعلیٰ لاہوری قدس سرہٗ کی قیادت و امارت میں جمعیت علمائے اسلام اور نظام العلماء نے بہت ترقی کی اور ہر ضلع میں جمعیت کی تنظیمیں قائم ہو گئیں

بندہ کاتب الحروف کو حضرت نے جمعیت علمائے اسلام ضلع جہلم کا امیر اور مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد فرما دیا تھا۔ اس دور میں جمعیت کے اجلاسوں میں بارہا اس امر کا مشاہدہ کیا کہ بعض دفعہ کوئی بڑا مشکل مسئلہ درپیش آجاتا تھا جس میں ارکان شوریٰ کی آراء میں اختلاف پایا جاتا تھا لیکن اجلاس کے اختتام پر جو متفقہ فیصلہ ہوتا تھا اس پر سب ارکان مطمئن ہو جاتے تھے۔ حضرتؒ اجلاس میں بہت کم بولتے تھے البتہ ضروری ارشادات سے اجلاس کو مشرف کرتے رہتے تھے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی برکات تھیں کہ مشکل مسائل بڑی آسانی سے حل ہو جاتے تھے اور حضرت کی امارت کے دوران جمعیت علمائے اسلام مذہبی اور اسلامی تنظیموں میں سب سے وسیع۔ مضبوط اور مؤثر جماعت تھی جس کے تحت علمائے اسلام پاکستان میں "اسلامی نظام حکومت" کے قیام کے لئے مؤثر جدوجہد کرتے رہے آخر حسب اعلان خداوندی کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت شیخ التفسیر قطب زمان مخدوم العلماء والصلحاء قدس سرہٗ کی وفات سے جمعیت علمائے اسلام کا ایک دور ختم ہو گیا ؎

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

ایک عظیم الشان کرامت

حق تعالیٰ نے حضرت لاہوریؒ کو حسّی اور معنوی دونوں قسم

کی کرامتیں عطا فرمائی تھیں جو آپ کی مبارک حیات میں مشاہدہ
کی جاتی رہی ہیں لیکن حسی کرامت سے معنوی کرامت کا درجہ بلند
ہے کیونکہ حسی کرامت کے مشابہ کفار اور غیر متشرع لوگوں سے بھی
بطور استدراج خوارق عادت کا صدور ہو جاتا ہے۔ لیکن معنوی
کرامت میں اہل باطل شریک نہیں ہو سکتے اور معنوی کرامت
دراصل ان مومنانہ صفات اور صالحانہ اعمال کو کہتے ہیں جو ایمان و
تقوی پر مبنی ہوتے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ کی زندگی میں خلوص و تقویٰ
اور اتباع سنت اور تحفظ شریعت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت
لاہوریؒ کو حق تعالیٰ نے وفات کے بعد ایک عجیب و غریب کرامت
عطا فرمائی کہ علوم و اعمال قرآنی کی جو خوشبو آپ کے قلب و روح
کو معطر کرتی رہی تھی وہ قدرت خداوندی کے تحت حسی خوشبو میں
جلوہ گر ہو گئی اور آپ کی قبر مبارک کی مٹی سے وہ قدرتی خوشبو تقریباً
ایک سال تک پھیلتی رہی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً کاملۃً واسعۃً۔

الاعتذار

بندہ نے بجائے واقعات کے حضرت رحمۃ اللہ
علیہ کی تصانیف سے حضرت کے عقیدہ، مسلک
اور نصب العین کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس سے مقصد
صرف یہ تھا کہ حضور رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین شفیع المذنبین
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار حق
ما انا علیہ و اصحابی اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء

الراشدین المہدیین کے نصب العین کے آئینہ حق نما میں حضرت لاہوریؒ کی عظیم شخصیت کو دیکھا جائے اور اس طویل نویسی پر یہ خادم اہل سنت معذرت خواہ ہے۔

والسلام

خادمِ اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ
مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد چکوال
ضلع جہلم

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ
۱۹ اگست ۱۹۷۵ء

سرفراز طاہر پرنٹرز بیانت ڈوڈلز موتی مسجد راولپنڈی

کتبہ: محمد اعظم خوشنویس راولپنڈی۔ ادارہ اعجاز الکتابۃ ڈی اے وی کالج روڈ

تحریک خدام اہل سنت کی مطبوعات

کتاب	قیمت
آفتاب ہدایت رد رفض و بدعت ۔ مصنفہ حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر	۰۰ - ۱۵
مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ۔ مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی	۴ - ۰۰
سلاسل طیب ۔ مع توسل کی حقیقت ۔ از قلم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	۴ - ۰۰
کلمہ اسلام کی تبدیلی کی خطرناک سازش ۔	۰۰ - ۲۵
کھلی چٹھی بنام مودودی صاحب	۴ - ۰۰
شیعہ کتاب تجلیات صداقت پر ایک نظر ۔	۵ - ۰۰
دینی مدارس کے سنی شیعہ طلبہ کا اتحادی فتنہ	۲ - ۲۵
بشارت الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسینؓ	۲۵ - ۰۰
علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ (رد مودودیت)	۱۲ - ۰۰
مودودی مذہب ۔ از قلم	۴ - ۰۰
ہم ماتم کیوں نہیں کرتے	۱ - ۵۰
مسئلہ ضیاء الحق کی خدمت میں سنی عرضداشت	۱ - ۰۰
یادگار حسینؓ ۔	۔۵۰
سنی مذہب حق ہے ۔	۲ - ۰۰
حضرت لاہوریؒ فتنوں کے تعاقب میں	۵ - ۰۰
عظمت صحابہؓ اور حضرت مدنیؒ	۱.۲۵
خدام اہل سنت کی دعوت و موقف	۰۰ - ۵۰

کتاب سُنی مذہب حق ہے۔ پر۔ خُدام الدین کا

منصفانہ تبصرہ :-

سُنی مذہب حق ہے :- ایک شیعہ مصنف عبدالکریم مشتاق کے کچھ سوالات ــــــ بریلوی مکتبِ فکر کے ایک عالم مولانا محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کے پاس بغرض جواب آئے۔ انہوں نے جواب کے لئے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے پاس ارسال کر دیئے۔ قاضی صاحب موصوف جو رفض و سبائیت کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں نے انتہائی مدلل جواب لکھے اور پھر اپنی طرف سے اہل شیعہ سے تین سوال بھی کئے اور انہیں شاہ صاحب کے پاس ارسال کر دیا۔ شاہ صاحب نے قاضی صاحب کے ایک معتمد کو خط میں لکھا :- "اگر وہ جوابات چھپ جائیں تو ہزاروں انسان ہدایت پا جائیں گے جوابات نہایت مدلل بلکہ لاجواب ہیں"

چنانچہ اسی جذبہ صادقہ کے پیش نظر ان جوابات کو چھپوا دیا گیا جو چھوٹے سائز کے ۱۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے ایک بیان میں سُنی مسلمانوں کی اکثریت کے پیش نظر فقہ حنفی کے نفاذ کا اعلان کرتے ہوئے یہ وضاحت کر دیا تھا کہ ہر فرقہ کے لئے علیحدہ قوانین ممکن نہیں (نوائے وقت ۱۲ ر فروری ۱۹۷۹ء) اس کے بعد سے شیعہ حضرات کی سرگرمیاں عجیب و غریب صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ شیعہ مذہب سے مکمل آگاہی حاصل کی جائے۔ قاضی صاحب کا یہ رسالہ اس سلسلہ میں اچھا رہنما ثابت ہوگا۔ ہم برادران اہل سنت سے اس رسالہ کی بکثرت اشاعت کی درخواست کریں گے۔ تاکہ ہم اپنی ملی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ رسالہ چار روپیہ میں دفتر تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم سے دستیاب ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور صفحہ ۱۹

مجریہ ۱۸ ر مئی ۱۹۷۹ء - جلد ۲۴ شمارہ ۴۶)